شیطان کی آرزو اور تمنا یہی ہے کہ وہ ہمیں تباہ و برباد کردے اور صحابہ علیہم الرضوان اور بزرگانِ دین کے عقائد و نظریات سے دور کردے۔ اسی طرح اس بدبخت کی خواہش ہے کہ مسلمان دنیا کی رنگینیوں میں بدمست ہو جائیں اور قبر و آخرت کو بھول جائیں۔

یاد رکھیں! دنیا کی محبتیں فقط اغراضِ دنیا کے لئے ہیں۔ ہمارے چاہنے والے ہمیں اپنے کندھوں پر لاد کر اندھیری قبر میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ہمارا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔

خدارا اپنے ایمان کی حفاظت اور جانِ ایمان ﷺ کا عشق اپنے سینوں میں بسانے کیلئے حضور ﷺ کی عزت و ناموس پر مر مٹنے کا جذبہ پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ ہماری نمازیں دیگر عبادات ہی بس نہیں، جس کو ہم بارگاہِ الٰہی میں پیش کرسکیں۔

اگر، ہم حضور ﷺ سے عشق و وفا کی نعمت سے مالا مال ہوگئے تو جو محبوب ﷺ سے عشق و وفا کی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ میرے آقا ﷺ سے اپنے قربِ خاص کی عظیم منزل عطا کرتے ہیں۔ اس عظیم انعام کو پانے کیلئے دورِ حاضر میں عزیمت کی عظیم تحریک، **تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ** کا بھرپور ساتھ دیجئے اور کاش زندگی اسطرح گزر جائے کہ

انہیں جانا، انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام ◆ للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

پیارے بھائیو! آپ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ حضور ﷺ صحابہ اور صالحین سے ہمیشہ محبت و الفت برقرار رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً دو رکعت نماز **"صلوٰۃ الحاجات"** پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے کہ "اے اللہ عزوجل! میرے ایمان کی حفاظت فرما اور جس طرح آج اے مولیٰ عزوجل! تیری توفیق و عطا سے صحابہ اور صالحین علیہم الرضوان کے عقائد و نظریات دل میں بسائے ہوئے ہوں اور تیری قدرتِ کاملہ پر یقین رکھتے ہوئے اولیائے کاملین کی عظمت کا قائل ہوں۔ مجھے اسلامی عقیدے پر ثابت قدمی نصیب فرمانا کہ میرا جنازہ اٹھنے سے قبل بلا جھجک تیرے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگی جائیں۔

اٰمین بجاہِ النبیِّ الْاَمین ﷺ

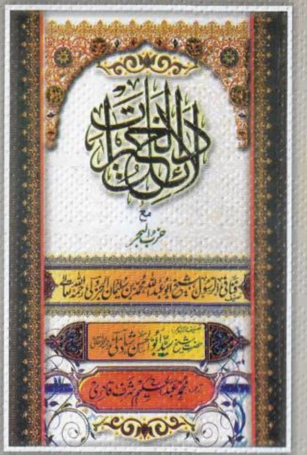

آیئے! درود و سلام پڑھنے میں چند لمحات صرف کر کے اپنی زندگی کو خوشگوار اور پرسکون بنایئے۔
دلائل الخیرات شریف ایسا مجموعہ درود شریف ہے جو صدیوں سے علماء کرام اور مشائخ وعظام کے معمولات اور اوراد و وظائف کا خاصہ رہا ہے۔ وقت کے بڑے بڑے اولیاء کرام کے اوراد و وظائف میں شامل یہ مجموعہ درود شریف اپنی مثال آپ ہے۔

ملنے کا پتہ
جامع مسجد بہارِ شریعت
بہادر آباد کراچی

“شرک کی حقیقت” کے موضوع پر مدلل تحریر

قرآن کریم
اور
معیارِ ہدایت

مؤلف

حضرت علامہ مولانا **غلام غوث بغدادی** قادری رضوی صاحب

امیر تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ سندھ

ناشر

نورالقرآن حمزیہ غوثیہ انٹرنیشنل

www.noorulquran.com

“شرک کی حقیقت” کے موضوع پر مدلل تحریر

القرآن الکریم
اور
معیارِ ہدایت

مؤلف

حضرت علامہ مولانا **غلام غوث بغدادی** قادری رضوی صاحب

متعلّم جامعۃ اسلامیۃ بغداد شریف

امیر تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ سندھ

ناشر

نورالقرآن حمزیہ غوثیہ انٹرنیشنل

رابطہ : 0322-2213022

www.noorulquran.com

جملہ حقوق بحقِ مولف محفوظ ہیں

نامِ کتاب	قرآن مجید اور معیارِ ہدایت
تصحیح	مفتی محمد آصف عبداللہ قادری
صفحات	112
تعداد	تین ہزار (3,000)
اشاعت اوّل	6 ربیع الثانی 1425ھ/ مئی 2004ء
اشاعت ثانی	جمادی الاولی 1425ھ/ جولائی 2004ء
اشاعت سوم	شعبان 1425ھ/ ستمبر 2004ء
اشاعت چہارم	رمضان المبارک 1425ھ/ اکتوبر 2004ء
اشاعت پنجم	ذی الحج 1425ھ/ جنوری 2005ء
اشاعت ششم	22 جمادی الثانی 1426ھ/ جولائی 2005ء (یومِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)
اشاعت ہفتم	14 محرم الحرام 1427ھ/ فروری 2006ء (یومِ حضور مفتی اعظم ہند) مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت ہشتم	19 جمادی الاوّل 1427ھ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا/ رضی اللہ عنہ/ جون 2006ء
اشاعت نہم	ربیع الاوّل شریف 1437ھ/ نومبر 2016
اشاعت دہم	ربیع الاوّل شریف 1441ھ/ نومبر 2019
ناشر	نور القرآن حزبیہ غوثیہ آرگنائزیشن

ملنے کا پتہ

★ بہارِ شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی۔ ★ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد، کراچی

0321-3531922

www.noorulquran.com

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
تالیف ایک نظر میں	1
انتساب	2
الاھداء	3
تقاریظ	4
پہلے اسے پڑھئے	8
آغاز کتاب	10
عظمتِ قرآن بزبانِ قرآن	11
کم علمی اور ضد کا وبال	14
حاکم و مددگار اللہ تعالیٰ ہے	17
قربِ الٰہی یا بعدِ الٰہی	17
بعض نمازی رکوع میں تو کچھ سجدے میں	18
Islamic Law (دینِ متین کا قانون)	21
2nd Islamic Law (دوسرا قانون)	21
سندھی انگریز	22
عیسائیوں کا چیلنج	23
غلط تراجم کا وبال	23
شرک کی تعریف اور اقسام	25
شرک کی مذمت	27
فیضانِ اصولِ قرآن	31

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے	32
حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا	33
مسلمانوں کا عقیدہ	34
صفاتِ باری عزوجل اور صفاتِ حبیب باری ﷺ میں فرق	34
عاشقِ رسول کی وضاحت	33
اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ	36
خطاب حبیب پروردگار ﷺ	37
اسلام کی خصوصیت	38
جہلاء کا فعل دلیل و حجت نہیں	41
شیطان کے آلہ کار	42
خون کے آنسو	43
نامِ خدا اور دھوکہ	44
تمام خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں	45
اعلیٰ حضرت اور معرفتِ توحید	46
قرآن پاک سے استدلال کا صحیح طریقہ	47
معیارِ ہدایت	48
صالحین کا اختیار	54
اولیاء علیہم الرحمۃ اور لفظِ کن	56
خودساختہ توحید	59
صحابہ علیہم الرحمۃ کا عقیدہ	62
جنتی گروہ	65

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
فیضانِ مزارِ امام بخاری علیہ الرحمۃ	68
مفسرین کے عقائد و نظریات	71
قبر سے کستوری کی خوشبو	72
صالحین سے محبت کی برکت	75
داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے عقائد و نظریات	76
روشن مینار	78
جلوۂ شانِ قدرت	79
پیر کامل کی روحانی طاقت	82
برصغیر کے مسلمانوں کی خوش بختی	83
محدثِ مدینہ منورہ کے عقائد و نظریات	84
شیطان لعین کی بے باکی	86
مشرکین کا جھوٹ	87
شیطان کی ناکامی	88
مشرکین کے ہوش اڑا دیئے	90
امت سے شرک کا خوف نہیں	92
حضرت عبداللہ بن عمر کا فیصلہ کن ارشاد	93
اولیاء اللہ اور من دون اللہ میں فرق	94
سوال اللہ تعالیٰ سے کرو (حدیثِ پاک)	95
مقصودِ حدیث	97
خلاصہ کلام	98
فیضانِ ختمِ قادریہ	99
جنت کے سوالی	100
عاجزانہ درخواست	106

تالیف ایک نظر میں

★ تمہیدی گفتگو اور مفید معلومات	1 تا 13
★ شرک کی تعریف، اقسام اور معرفت	14 تا 46
★ قرآن پاک سے استدلال کا صحیح طریقہ	47 تا 61
★ صحابہ علیہم الرضوان اور صالحین علیہم الرحمۃ کے عقائد	62 تا 103
★ عاجزانہ درخواست	106

ان تمام کی تفصیل جاننے کے لئے یکسوئی اور کامل توجہ سے کتاب کا مطالعہ شروع فرمائیں۔

انتساب

امیرِ طیبہ، اسد اللہ واسد رسول اللہ

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

کے نام

جنھیں حضور پرنور ﷺ نے بعد از وصال ان خطابات سے نوازا یَا حَمْزَۃُ فَاءِ الْخَیْرَاتِ، یَا کَاشِفَ الْکُرُبَاتِ ﴿اے غموں کو دور کرنے والے﴾ ﴿المواہب اللدنیہ ج 1 ص 212﴾ بفضل اللہ تعالیٰ انہی کے فیضانِ نظر سے ختمِ قادریہ شریف جاری وساری ہے۔

اور

شہنشاہ بغداد حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ

کے نام

جن کے بارے میں مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ بفضل اللہ انوار وتجلیات فیوض وبرکات اس طور پر منتقل ہو چکے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی قطبیت کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ اب ہمیشہ کے لئے ولایت کا تاج اسے عطا کیا جائے گا جو اس در سے فیض یاب ہو ﴿مکتوبات شریف﴾ بحمد اللہ تعالیٰ انہی کے فیضانِ کرم سے ختمِ قادریہ شریف مقبول ہر خاص وعام ہے۔

الاھداء

محدثِ مدینہ طیبہ شیخ محقق علی الاطلاق سیدی وسندی

عبد الحق محدث رضی اللہ عنہ

کے نام

جن کے فیض کی بنا پر صدیوں سے برِّصغیر میں بخاری ومسلم شریف کا نور سینوں میں منتقل ہوا، جنھوں نے میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر کھڑے ہو کر باادب درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیا۔ ﴿اخبار الاخیار، ص 644﴾

اور

حضور مفتی اعظم ہند

سیدنا مصطفی رضان خان نوری علیہ الرحمہ

کے نام

جنہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے پیرو مرشد نے چھ ماہ کی عمر میں
ہی تمام سلاسل کی خلافت عطا فرمائی۔ جنھیں نائب غوث الورٰی کہا جاتا ہے۔
جنکی نورانی صورت کو دیکھ کر کئی لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا اور بدمذہب تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے۔
آپ کی جرأت وبہادری، حق گوئی واستقامت اور انڈین گورنمنٹ کو للکارنے کی بنیاد
پر دنیا آپکو صرف مفتی اعظم ہند ہی نہیں بلکہ مفتی اعظم عالم اسلام کہتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیہ العصر فاضلِ جلیل عالمِ نبیل استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد ابراھیم قادری رضوی دامت برکاتهم العالیہ (سکھر)

عزیز گرامی حضرت مولانا مفتی **غلام غوث بغدادی** زید مجدہ، **سعید و صالح و مصلح نوجوان اور مبلغِ خوش بیان** ہیں۔ دین کا کام **مؤثر انداز** میں کرتے ہیں۔ ان کی دینی کوششیں **قابلِ ستائش** ہیں۔ جامع مسجد بہار شریعت کراچی (بہادر آباد چورنگی) میں **ختم قادریہ** (جو کہ اتوار کو نمازِ عصر سے مغرب تک ہوتا ہے) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض کی بہار ہے۔ یہ پروگرام عوام میں بہت مقبول اور نافع ثابت ہوا ہے۔ مؤلف موصوف کی تازہ دینی کاوش زیرِ نظر کتاب "**قرآن کریم اور معیار ہدایت**" ہے۔

اس کتاب کے **لکھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ** شرک اور توحید کا صحیح مفہوم اُمت کو بتایا جائے اور جو لوگ محبوبانِ خدا کے اعتراف کو شرک کا نام دے کر خلق خدا کو گمراہ کرنے اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی کی عظمتوں کو اہلِ ایمان کے قلوب سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، اسکا سدِّ باب کیا جائے۔

فقیر نے اس **کتاب کا بیشتر حصہ مؤلف سے سنا** ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ **انداز بیان انتہائی سہل اور مُدَلل** ہے۔ یہ کتاب ہر گھر کی ضرورت ہے۔ عوام سے درخواست ہے کہ وہ خود بھی اس کتاب سے استفادہ کریں اور اسے دوسروں تک پہنچا کر صدقہ جاریہ کا سامان کریں۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلفِ موصوف کی کوشش مقبول اور نافعِ خلائق بنائے۔ آمین

حررہ الفقیر القادری محمد ابراھیم
عفی اللہ عنہ
۴ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یادگارِ سلف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد اسماعیل رضوی ضیائی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

﴿دار العلوم امجدیہ﴾

الحمد للہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ

وصلوۃ وسلاما علی حبیبہ الاکرم وعلیٰ آلہ و صحبہ اجمعین

مؤلف **مولانا غلام غوث بغدادی** صاحب کی کتاب مختلف جگہوں سے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ مطالعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف موصوف نے خوب عرق ریزی کی ہے۔ یقیناً **کتاب مذکورہ عام و خاص سب کیلئے مفید ثابت** ہوگی۔ جن چند جگہوں کا مطالعہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے بے دلیل بات نہیں کی، نیز کسی بھی تقریظ سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ صواب وخطاء دونوں کا ذمہ دار صاحب تقریظ ہے۔

الصواب من اللہ تعالیٰ ومنہ و منی والخطاء من الشیطان والبشر غیر معصوم من الخطاء.

فقط

محمد اسماعیل

خادم امجدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محسنِ اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا

مفتی منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

الحمد للہ وحدہ لا شریک لہ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ الذی لا نبیّ بعدہ وعلیٰ آلہ وصحبہ

امابعد عزیزِ محترم فاضلِ محتشم جناب **مولانا غلام غوث بغدادی** زید رشدہ کا رسالہ جو شرک کی تعریف اور شرکِ حقیقی کی پہچان پر مشتمل ہے بعض مقامات سے دیکھا، دلائل سے مزّین پایا، اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور اس رسالہ کو موجب ہدایت بنائے۔ جو لوگ مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہتے ہیں اس کو غور سے پڑھیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اسناد یعنی کمال یا وصف کو کسی ذات، کسی چیز کی طرف منسوب کرنا دو طرح سے ہوتا ہے وہ ذات اس وصف سے حقیقۃً متصف و موصوف ہے تو یہ اسناد حقیقی ہے اگر وہ ذات اس وصف سے حقیقۃً متصف اور موصوف نہیں کسی ادنیٰ مناسبت جیسے ظرف و مظروف یا سبب و مسبب وغیرہ سے نسبت کردی ہے تو یہ اسناد مجازی ہے۔ پھر اسناد حقیقی کی دو قسم ہے کہ وہ ذات از خود استقلالاً بغیر اذن وعطا کے خود بخود متصف و موصوف ہے تو یہ اسناد حقیقی ذاتی ہے اس اعتبار سے وصف وکمال اللہ تعالیٰ سے خاص ہے لاشریک لہ اور اگر کسی ذات کی عطا واذن سے وہ وصف اس میں حقیقۃً موجود ہے تو یہ اسناد حقیقی عطائی ہے یا پھر اسناد مجازی ہے تو یہ دونوں قسمیں انبیاء اولیاء کے لئے ثابت ہیں۔ نہر میں پانی جاری ہے، اسناد حقیقی ہے۔---------نہر جاری ہے اسناد مجازی ہے۔---------اتنی بارش ہوئی کہ پر نالوں سے پانی جاری ہوگیا، اسناد حقیقی ہے۔---------اور پرنالے جاری ہوگئے اسناد

مجازی۔۔۔۔۔۔۔۔لہٰذا سارے قرآن میں ہر کمال کی غیر اللہ سے نفی اسنادِ حقیقی ذاتی کی وجہ سے ہے اور پھر اس کمال وصف کا قرآن کریم میں غیر اللہ کیلئے ثبوت باعتبار اسنادِ حقیقی عطائی یا اسنادِ مجازی کی وجہ سے ہے اور اطلاق لفظ واحد کا آنا شرک نہیں جیسا کہ قرآن کریم کی کئی آیات سے ثابت ہے جب کمیت اور کیفیت میں مساوات ہو تو شرک ہوگا الوہیت کے لئے استقلال ذاتی لازم ہے لہٰذا اسکی عطا ناممکن ہے۔

والسلام

فقیر محمد منظور احمد فیضی

۵ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ

پہلے اسے پڑھئے

الحمدللہ عزوجل اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جسکی توفیق سے بغداد شریف میں سکونت کی عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ بغدادِ معلیٰ میں ختم قادریہ شریف کے فیوض و برکات سے متمتع ہونے کا موقع ہاتھ آیا جب پاکستان واپسی ہوئی تو یہ سلسلہ موقوف ہوگیا چونکہ یہ سلسلہ بغدادِ معلیٰ کی تجلیات سے تعلق رکھتا تھا۔ یقیناً اسی لئے پھر سے یہ **فیض حضور غوث الاعظم دستگیر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ **جاری ہوا۔** بحمد اللہ تعالیٰ جمادی الآخر میں اس مبارک ختم کا آغاز جامع مسجد بہارِ شریعت میں کیا، بعد نمازِ فجر لوگ ذوق وشوق کے ساتھ شرکت کرنے لگے۔ لوگوں نے **اس ختم پاک کے ذریعے حضور غوث الاعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ **کے فیض کو محسوس کیا اور اسکی روحانیت سے فیض یاب ہوئے۔ ختم قادریہ شریف صدیوں سے** بزرگان دین کے معمولات میں شامل ہے **''مشکلات سے نجات اور نیک مقاصد میں کامیابی کے لئے تیر بہدف کی حیثیت رکھتا ہے''** تمام لوگوں کی مرادیں پوری ہونے لگیں اور اللہ عزوجل کے حکم سے مشکلات سے نجات پانے لگے حتیٰ کہ ایک شخص کی خوشی کی انتہاء نہ رہی جس نے بتایا کہ میرا بھائی بارہ (۱۲) سال سے لاپتہ تھا ختم قادریہ کی برکت سے الحمدللہ عزوجل ہمیں وہ مل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مزید کئی واقعات پیش آئے خصوصاً حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ''بہارِ شریعت مسجد'' میں ہونے والے ختم قادریہ پر نظرِ کرم کا ایمان افروز واقعہ بھی پیش آیا۔۔۔۔۔۔۔۔

بلاشک جب نسبت اللہ والوں سے قائم کی جاتی ہے تو اس کام میں برکت شاملِ حال ہوجاتی ہے۔ بحمد اللہ عزوجل دور دراز سے اہلِ محبت نے شرکت کی۔ چھٹی والے دن (اتوار کی) صبح سواری کا ملنا دشوار ہوتا ہے لوگ آدھا، آدھا گھنٹہ ٹرانسپورٹ کے انتظار میں کھڑے رہنے لگے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ''نیکی اور بھلائی کے کاموں پر ایک دوسرے سے تعاون کرو'' اب مستقل **ختم قادریہ** کے پروگرام کا وقت **عصر تا مغرب** کر دیا گیا ہے۔

نوٹ: جب بعد نمازِ فجر ختم قادریہ ہوتا تھا۔ ان دنوں میں پہلے درس قرآن سے فیض یاب ہوتے تھے جس

کا عنوان ﴿**قرآن پاک سے حصول نور و ہدایت کا معیار کیا ہے؟ اور شرک کی حقیقت**﴾ تھا۔ ان ہی درس قرآن کو ترمیم و اضافہ کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ جو پیشِ خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ **محبوب کریم** ﷺ، **سیدہ آمنہ** رضی اللہ عنہا، **امہات المؤمنین** رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، **سید الشهداء حضرت حمزہ** رضی اللہ عنہ، **سیدنا عثمان غنی** رضی اللہ عنہ، **سیدنا امام حسن** رضی اللہ عنہ، **سیدنا امام حسین** رضی اللہ عنہ، **سیدنا امام زین العابدین** رضی اللہ عنہ، **سیدنا امام موسیٰ کاظم** رضی اللہ عنہ، اور **حضور غوث اعظم** رضی اللہ عنہ، کے صدقے اور وسیلے سے قبول و منظور فرمائے۔ ---------- اور **میری والدہ ماجدہ** کا سایہ تادیر قائم و دائم فرمائے اور مجھ بے کار کے حق میں دعا کرنے والے ہر ایک فرد کو اللہ تعالیٰ دونوں جہاں کی خوشیوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

اس تحریر کا اکثر حصہ سماعت فرما کر مفید مشوروں سے نوازنے اور اصلاح فرمانے والے استادِ محترم فقیہ العصر **مفتی محمد ابراهیم** قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ (سکھر) کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات کو عام فرمائے اور انہیں درازیٔ عمر بالخیر عطا فرمائے۔

اعتراف: اس تحریر میں فقیر کی کم اور حضرت مولانا مفتی **محمد آصف عبداللہ** قادری رضوی کی محنت زیادہ کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرما کر انہیں دونوں جہاں کی دائمی عزتوں سے سرفراز فرمائے اور حضرت کی عاجزی، انکساری اور سادگی میں مزید برکتیں عطا فرمائے آمین۔

عاجز:

غلام غوث بغدادی قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے محبوبِ کریم رؤف الرحیم ﷺ کو وہ عظیم الشان معجزہ عطا فرمایا ہے جو علم و عرفان کا آفتاب جہاں تاب ہے، اسی کلام کی تاثیر نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قلبِ انور پر وہ اثر کیا کہ انہوں نے ہمیشہ کے لئے حضور ﷺ کی غلامی اختیار کرلی، یہی وہ بلند رتبہ عالی کلام ہے جس نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو دو جہاں کے سردار ﷺ کے قدموں سے ہمیشہ کے لئے وابستہ کردیا۔

رحمٰن و رحیم پروردگار عزوجل نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور ان کی حقیقی فلاح و کامرانی کے لئے محبوبِ کریم ﷺ کے قلبِ منیر پر وہ بلند رتبہ مبارک کلام نازل فرمایا جس میں زندگی کی حرارت اور ہدایت کا نور دونوں یکجا ہیں۔

فاران کی وادیوں سے قرآن کا چشمہ فیض کیا پھوٹا کہ اس سے علوم و فنون کے دریا بہہ نکلے اور نہ جانے کیسے کیسے بے نام و نشان قرآن کریم کے فیض سے لوگوں کے امام و پیشوا بن کر ابھرے۔ جب لبوں پر ان مقدس ہستیوں کا نامِ مبارک آتا ہے تو بلا اختیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور رحمۃ اللہ علیہم زبان سے صادر ہوتا ہے۔

الغرض۔۔۔۔۔۔۔ جن لوگوں کے قلوب میں قرآن کریم کی تاثیر کا تیر فضلِ الٰہی عزوجل اور نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے پیوست ہوگیا، یقیناً وہ کامیاب ہوگئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رفعتوں اور بلندیوں کو پاگئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دنیا میں آنے کا مقصد پورا کرگئے اور منزلِ مقصود تک پہنچ گئے۔

عظمت قرآن بزبان قرآن:

قرآن پاک میں شک کی گنجائش نہیں [۱] ---------قرآن برہان اور نور ہے [۲]

قرآن شفاء ہے [۳] ----------- قرآن عالمین کے لیے نصیحت ہے [۴]

قرآن میں اختلاف نہیں [۵] --------قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے [۶]

قرآن تمام کتابوں پر امین اور حاکم ہے [۷] --------قرآن مفصل کتاب ہے [۸]

قرآن مبارک ہے [۹] ----------- قرآن کریم ہے [۱۰]

قرآن پاک میں ہر خشک و تر چیز کا بیان ہے [۱۱]

﴿ماخوذاز "عظمت قرآن اور جشن عید میلادالنبی ﷺ﴾

قرآن پاک نے ہمیشہ غور و فکر کی دعوت پیش کی------رُجُوع اِلَی اللہ کی ترغیب دلائی لیکن ہر پڑھنے والا اور قرآن پاک میں سطحی نظر کرنے والا یہ نہ سمجھے کہ کلامِ الٰہی کی تلاوت کرنے والے تمام ہی افراد مقصد کو پالیں گے۔نہیں! قطعاً ایسا نہیں!! خود قرآن کریم نے اس کی تردید کی۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ﴿پارہ 1 سورۃ البقرۃ، آیت 26﴾

ترجمہ "بہت سے لوگ اس قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں۔" بلاشک وشبہ وہ قوم تباہی و گمراہی کے عمیق گڑھے میں گرتی چلی جاتی ہے جو قرآنِ کریم پر سطحی نظر کرتے ہوئے ایک رائے قائم کر لیتی ہے۔اس جرمِ عظیم سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ وہ بعض آیات کو معیار بناتے ہوئے دوسری آیات سے صرفِ نظر کر لیتی ہے اور شیطانِ لعین مکار و عیار اپنے مکر کا داؤ اس طرح پیش کرتا ہے کہ وہ گمراہ قوم کو گمراہی کا احساس تک نہیں ہونے دیتا۔ **الامان ! الامان!!**

---

[۱] البقرۃ ۔۲ [۲] النساء ۔ ۱۷۵، [۳] یونس ۔ ۵۷، بنی اسرائیل ۔۸۲
[۴] الانعام ۔۹۰، [۵] النساء ۔۸۲ [۶] فاطر ۔۳۱ [۷] المائدۃ ۔۴۸
[۸] الانعام ۔۱۴ [۹] الانبیاء ۔۵۰ [۱۰] الواقعہ ۔۷۷ [۱۱] الانعام ۔۵۹

چنانچہ ایسا ہی ایک گروہ گذرا، جس نے قرآن کریم کی ایک آیت پر نظر کرتے ہوئے دوسری آیت کا انکار کر دیا یعنی اس کی حقیقت سے نا آشنا رہے۔اس گروہ کے تفصیلی حالات بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور دیگر کتبِ احادیث شریفہ میں مذکور ہیں۔

علامہ امام **عبدالرحمن ابن جوزی البغدادی** علیہ الرحمۃ ﴿سن وصال 597ھ﴾ نے اس گروہ کے حالت پر ایک عنوان قائم کیا "ذِكْرُ تَلْبِيْسِ اِبْلِيْسَ عَلَى الْخَوَارِجِ" ﴿خارجیوں پر شیطانی مکر کا بیان﴾ آپ علیہ الرحمۃ نے خوارج کے حالات احادیثِ طیبہ کی روشنی میں بیان کیے ہیں۔

چنانچہ مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ الکریم کے زمانے میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرنے کے لیے حَکَم (فیصلہ کرنے والے) مقرر کیے گئے یعنی کہا گیا کہ انکا فیصلہ ہمیں منظور ہوگا تاکہ مسلمانوں کا آپس میں معاملہ طے ہو جائے اور مزید نقصان نہ ہو۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حکم مقرر فرمایا خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حَکَم مقرر کر کے قرآن مجید کے اصول کے خلاف کیا،

کیوں کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (حکم صرف اللہ عزّوجل کا ہے یعنی فیصلہ کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے) لہٰذا آپ مشرک یعنی دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں اور اب آپ ہمیں بھی شرک کی دعوت دے رہے ہیں۔

معاذ اللہ!!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس گروہ کو نصیحت فرمانے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمْ نِصْفَ النَّهَارِ فَدَخَلْتُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ
اَرَ قَطُّ اَشَدَّ مِنْهُمْ اِجْتِهَادًا ۔ جِبَاهُهُمْ قُرْحَةٌ مِّنَ السُّجُوْدِ.

ترجمہ: ''میں وہاں دوپہر کے وقت پہنچا، میں نے وہاں ایسی قوم کو دیکھا جن سے بڑھ کر عبادت میں کوشش کرنے والی قوم میں نہ دیکھی تھی، ان کی پیشانیوں پر سجدے کی کثرت سے زخم پڑ گئے تھے۔

چنانچہ اس گروہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا استقبال کیا اور کہا:

مَرْحَبًام بِابْنِ عَبَّاسٍ مَّا جَاءَ بِكَ؟ فَقُلْتُ اَتَيْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ الْمُهَا
جِرِيْنَ وَالْاَ نْصَارِ وَمِنَ عِنْدِ صِهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَعَلَيْهِمْ نُزِّلَ الْقُرْآنُ وَهُمْ اَعْلَمُ بِتَاْوِيْلِهٖ مِنْكُمْ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ
مِّنْهُمْ لَاَ تَخَاصَمُوْا قُرَيْشًا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ

﴿پارہ 25 ، سورۃ الزخرف : آیت 58﴾

ترجمہ: ''مرحبا (خوش آمدید) اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما! آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں، میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس مہاجرین وانصار اور رسول اللہ ﷺ کے صہر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے پاس سے آیا ہوں، انہی لوگوں پر قرآن نازل ہوا ہے اور یہ لوگ قرآن کے معنی تم سے زیادہ سمجھتے ہیں، میری گفتگو سن کر ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ (یہ آدمی قبیلہ قریش سے ہے) تم قریش (کے کسی فرد سے) مناظرہ مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے بارے میں فرمایا:

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿پارہ 25 ، سورۃ الزخرف ، آیت 58﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ''

استغفر اللہ! قرآن پاک کی آیت سے دلیل پیش کر کے صحابی رسول ﷺ کی تنقیص کتنی بے ادبی ہے جب کہ یہ آیت ان قریشیوں کے بارے میں ہے جنہوں نے توحید کی دعوت کو ٹھکرا دیا تھا۔ بہرحال۔۔اس گروہ کے لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے گفتگو کرنے کے لئے تیار ہو گئے، جس کا مختصر ترین خلاصہ یہ ہے:

کم علمی اور ضد کا وبال:۔

خارجی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجهه الکریم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حَکَم (فیصلہ کرنیوالا) بنایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یعنی حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں۔﴿سورۃ الانعام آیت نمبر 57﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شوہر اور بیوی کے جھگڑے کے تصفیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا''

﴿پار نمبر 5 ، سورۃ النساء، آیت نمبر 35﴾

یعنی: ''شوہر اور بیوی کے تنازع کو حل کرنے کے لئے ایک حَکَم (فیصلہ کرنے والا) بیوی کی طرف سے مقرر کیا جائے اور دوسرا حَکَم شوہر کی طرف سے مقرر کیا جائے''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک حَکَم مقرر کیا تھا جبکہ اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دو حَکَم بنانے کا حکم دے رہا ہے تو کیا قرآن مجید شرک کی دعوت دے رہا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں! بلکہ بات صرف یہ ہے کہ حقیقی حَکَم (فیصلہ کرنے والا) تو صرف اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی حَکَم (حاکم، فیصلہ کرنے والے) مقرر فرمائے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تبلیغ سے متاثر ہو کر دو ہزار خارجی توبہ کر کے ایمان والوں میں واپس آئے جبکہ ان کی اکثریت اپنی ضد پر قائم رہی۔ جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے، وہی ہدایت پا سکتا ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ ﴿پارہ نمبر 12 ، سورۃ ھود آیت 88﴾

یعنی: ''توفیق تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''

حقیقت یہ ہے کہ شرک اس وقت لازم آتا جب حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ویسا ہی حَکَم مان لیتے جیسا اللہ عزوجل کو مانتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم تو مُوَحِّدِین کے سردار ہیں۔ خارجی کتنے نادان اور بے وقوف ہیں کہ جن کے ذرے ذرے کائنات توحید کا درس لیتی ہے، خارجی انہیں توحید سے خارج قرار دے رہے ہیں! **استغفر اللہ!.....**

بلاشک وشبہ یہ ایک بدیہی بات ہے جو ہر ایک فہم وشعور رکھنے والا سمجھتا ہے کہ یقیناً یہ کلمہ حق و سچ ہے کہ ''حاکمِ حقیقی تو صرف اللہ عزوجل ہی ہے'' لیکن یہ درست نہیں کہ سچ بات کے ذریعے غلط پرچار کیا جائے۔ اسی سوچ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ''کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِھَا الْبَاطِلُ'' قرار دیا یعنی ''انہوں نے کلمہ حق پڑھا مگر مراد باطل لی'' اسی طرح کی دیگر مثالوں سے آگاہی انتہائی ضروری ہے تاکہ شیطان کامیاب نہ ہو اور ہمارا ایمان محفوظ رہے۔

مثال نمبر ۱:

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ﴿پارہ نمبر 11 ، سورۃ التوبہ، آیت 129﴾

ترجمہ: ''فرمادیجئے، میرے لیے اللہ ہی کافی ہے''

یقیناً مسلمان ''قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہ'' پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

﴿پارہ نمبر 10 ، سورۃ الانفال آیت 64﴾

پر بھی یقین رکھتے ہیں، جس میں فرمایا گیا ''**اے نبی ﷺ آپ کو اللہ کافی ہے اور اتباع کرنے والے مؤمنین**''۔

اس آیت میں اللہ عزوجل کے کافی ہونے کے ساتھ نیک لوگوں کے کافی ہونے کا بھی ذکر ہے۔ ''قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو کافی قرار دیتے ہوئے حضور ﷺ کو (معاذاللہ ! ثم معاذ اللہ) بے اختیار قرار دینا اور آپ ﷺ کی محبت سے لوگوں کو دور کرنا امتی کو زیب نہیں دیتا کیونکہ اس سے کئی آیات اور احادیث طیبہ کا انکار لازم آتا ہے۔ ﴿تفصیل آگے آئے گی۔ انشاءاللہ عزوجل﴾

مثال نمبر 2 :

''اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کا یقین ہونا چاہیے''

یقیناً بلاشک وشبہ تمام کام بنانے والی ذات اللہ عزوجل کی ہے، اس کی اجازت کے بغیر ایک پتا بھی حرکت نہیں کرسکتا لیکن اس کلام کے ذریعے دو جہاں کے سردار ﷺ کو بے اختیار ثابت کرنا اور یہ تصور دینا کہ وہ نہ کچھ کرسکتے ہیں اور نہ کچھ دے سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ کہاں کی دانائی ہے۔ اس کلام کے ذریعے اللہ عزوجل کے پیاروں کی الفت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کی کوشش کرنا، خارجیوں کی روش پر چلنا اور محبوب کبریا ﷺ کو بے اختیار ثابت کرنے کی سعئ مذموم کرنا ہے۔ ﴿معاذ اللہ﴾ اگر حضور پرنور ﷺ سے کچھ نہ ہونے کا یقین کرلیں ﴿نعوذ باللہ﴾ تو پھر قیامت کے دن کیا منہ دکھائیں گے۔ **بخاری و مسلم کتاب الایمان** میں تفصیلاً ذکر کیا گیا کہ اہل محشر حیران و پریشان دیگر انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر نجات کے لیے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے حضور حاضر ہوں گے۔ اس موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اِیْتُوْ مُحَمَّدًا ﷺ (حضور ﷺ کی بارگاہ میں جاؤ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باذن اللہ عزوجل محبوب ﷺ سے سب کچھ ہونے کا یقین دلایا اور محبوب ﷺ نے اہلِ محشر کی اس شکل میں مدد فرمائی اور ارشاد فرمایا اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا یعنی شفاعت (کبریٰ) کے لیے میں ہی ہوں۔ لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ اللہ عزوجل کے حکم و اختیار، قدرت اور اطاعت کی بدولت حضور پرنور ﷺ سے سب کچھ ہونے کا یقین رکھنے والے ہی نجات پائیں گے۔

نوٹ: یہاں انہی دو مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ مزید ایک اور مثال آخر میں بیان کی جائے گی۔ (انشاء اللہ عزوجل)

حاکم و مدد گار اللّٰہ تعالیٰ ہے :۔

بلا شک وشبہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔ کائنات کے ذرّے ذرّے کو اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے۔ جس طرح صحابی رسول عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صحابہ کو مشرک قرار دینے والے گروہ کو سمجھایا کہ حاکم تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن پروردگار نے ہی حاکم مقرر فرمائے ہیں، ﴿ کتنا پیارا انداز ہے! جو دل ودماغ کو روشن کرنے والا اور حقیقی توحید کو واضح کرنے والا ہے۔ لیکن آہ!! اس کے باجود کئی ہزار خارجی اپنی ضد پر قائم رہے، دراصل شیطان نے ان لوگوں کو اس خوش فہمی میں مبتلا کر دیا تھا کہ تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح رچ بس گئی ہے کہ تم ہی مُوحّد اور مسلمان ہو، باقی تمام مشرکین ہیں ﴾ صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بتائے ہوئے حقیقی انداز کی برکت سے یہ بات بخوبی سمجھی جاسکتی ہے کہ حقیقی مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس کی عطاء سے انبیاء وصالحین بھی مددگار ہیں۔ ﴿ انشاء اللہ عزوجل اس کے تفصیلی دلائل آگے ذکر کیے جائیں گے ﴾

قربِ الٰہی یا بُعدِ الٰہی:

شیطان مردود نے خارجیوں کو دھوکے میں مبتلا کر دیا اور یہ اپنے زعم فاسد میں سمجھے کہ ہم پر توحید، محبت و قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، چہ جائیکہ قطعی جنتی صحابی پر ایسا سنگین الزام لگایا جائے ﴿ نَعُوۡذُ بِاللہِ مِنۡ ذٰلِکَ ﴾ یقیناً جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے، وہ شیطان کے مکر وفریب سے محفوظ رہتا ہے، خوارج بری طرح شیطان کے جال میں پھنس چکے تھے۔

خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مشرک ٹھہرایا اور اپنے آپ کو توحیدی قرار دیا تو انہوں نے یہ نہ سوچا کہ ہم کس پر جرمِ عظیم (شرک) کا الزام لگا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ جن کے بارے میں مخبرِ صادق ﷺ جنت کی بشارت دے چکے ہیں اور مشرک کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

شرک وہ نا قابل معافی جرم ہے جو کسی حال اور کیفیت میں جائز نہیں، نہ تو کوئی رب العٰلمین کے برابر ہوسکتا ہے نہ ہی اس جیسی صفات کسی میں پائی جاسکتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خالق کائنات کے حکم سے نظامِ ہستی قائم ہے۔۔۔۔۔۔۔ یہی وہ ذاتِ پالنہار ہے جو ماں کے پیٹ میں بن مانگے روزی عطا کرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ سجدہ صرف رب العٰلمین عزّ وجلّ کی ذات کے لیے خاص ہے۔

عین ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ **جب شرک ایسا ناقابل معافی جرم ہے جو کسی دور میں جائز نہیں، کائنات کی تخلیق سے قبل بھی ممنوع تھا اور اب بھی ناقابل قبول ہے بلکہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے، اس کے بلوجود فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنے کا حکم کیوں دیا گیا اور جلیل القدر پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیوں کیا؟**

﴿پارہ 13، سورۃ یوسف، آیت 100﴾

اس ابھرنے والے سوال کے جواب سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی تعریف پر غور کرلیا جائے کیونکہ بسا اوقات اصل شئے کی تعریف سے ناواقفیت ذہنوں کو الجھا دیتی ہے اور انسان لاعلمی کے مہلک ترین مرض میں مبتلا ہو کر منفی سوچ کو ہمیشہ کے لیے دل کے راستے سے ذہن میں قائم کرلیتا ہے۔

بعض نمازی رکوع میں، تو کچھ سجدے میں:

شیطان ہمیشہ اصل حقیقت سے لوگوں کو دور رکھتا ہے، تاکہ وہ اپنے مقاصد کو دینی رنگ دے کر کامیاب ہو سکے، چنانچہ ایک شخص نے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو بیان کیا، اس کو تحریر کرنے کا مقصد اس بات کی نشاندہی کرنا ہے کہ صحیح تعریف سے دوری کیا رنگ لاتی ہے چنانچہ رمضان المبارک کے برکتوں والے مہینے میں وہ صاحب کسی مسجد میں نمازِ تراویح کے لیے تشریف لے گئے، دورانِ تراویح امام نے آیتِ سجدہ تلاوت کی اور لوگوں کو پہلے سے مطلع نہ کیا تھا کہ پہلی یا دوسری رکعت میں سجدۂ تلاوت ہوگا، اب معاملہ یہ پیش آیا کہ امام اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا گیا اور بعض مقتدی رکوع میں، جب امام نے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہا تو پیچھے مقتدی حیران وپریشان کھڑے سلام پھیر رہے تھے اور عجیب وغریب معاملات پیش آئے۔

اب اصل بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ **جب امام کو کہا گیا کہ آپ نے پہلے سے اعلان کیوں نہیں کیا کہ سجدہ تلاوت ادا کیا جائے گا تو انہوں نے جواب دیا کہ سجدہ تلاوت کا اعلان "بدعت" ہے۔** حضور اکرم ﷺ وصحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی نے اعلان نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی اعلان نہیں ہوتا لہٰذا اس نے اللہ عزّوَجلّ کے حضور سجدے کا اعلان کرنا بدعت قرار دیا۔

گویا کہنا یہ چاہ رہے تھے جو کام حضور ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہیں کیا، وہ کام میں کیسے کرسکتا ہوں، کیا میرے دل میں امت کی خیر خواہی کا جذبہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بڑھ کر ہے کہ وہ تو اعلان نہ کریں اور میں بدعت کے گناہِ عظیم میں مبتلا ہو کر جہنم کا راستہ اختیار کرلوں کیونکہ بدعت تو جہنم تک لے جاتی ہے۔

یقیناً ہمارے ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت سجدے کا اعلان کرتی ہے۔ ''کیا مسلمانوں کی اکثریت بدعتی ہے؟'' اور مزید یہ کہ بعض مقتدی رکوع میں اور کچھ سجدے میں، یہ کون سی سنت ادا ہو رہی ہے، خدارا! کچھ غور کریں!! اسلام اتنا تنگ نظر نہیں کہ اس کے ماننے والے خیر کے مرتکب ہوں اور اللہ عزّوَجلّ کے حضور سجدہ کا اعلان کریں پھر بھی انہیں بدعتی کہہ کر جہنم کے کنارے پہنچا دیا جائے، یاد رکھیے! اسلام کے اصولوں سے ناواقفیت ہمیں بہت پیچھے کردے گی، اسلام کے اصول وقواعد کا ہمیں علم ہونا انتہائی ضروری ہے تاکہ اگر کوئی غیر مسلم مثلاً انگریز عیسائی اعتراض کردے تو ہمیں جواب معلوم ہو۔ مثلاً انگریز یہ کہے کہ اے مسلمانو! موجودہ قرآنِ پاک پر اعراب (زبر۔زیر۔پیش) لگے ہوئے ہیں لہٰذا ایسے قرآن پاک میں تلاوت درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا قرآن پاک نہ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پڑھا، نہ ہی حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تھا۔ بخاری، مسلم وترمذی شریف نہ حضور ﷺ نے پڑھی نہ

صحابہ علیہم الرضوان کے زمانے میں تھیں [1]۔ جبکہ تمہارے قرآن پاک میں واضح ارشاد ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴿پارہ 6، سورۃ المائدۃ، آیت 3﴾

ترجمہ کنزالایمان: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''

اے مسلمانو! تمہارا دین مکمل ہونے کے باوجود تمہارے اضافے ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتے، مسجد کے مینار ومحراب، اذان سے پہلے یا بعد درود وسلام کا رواج صحابہ علیہم الرضوان اور تابعین کے دور میں نہیں تھا، اسی طرح تمہارے بچوں کو چھ کلمے سکھائے جاتے ہیں اور ایمان مجمل ومفصل یاد کروائے جاتے ہیں، یہ تمام امور اس طور پر حضور ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ ہی کسی حدیث کی کتاب میں اس طور پر وارد ہوئے ہیں اور اب بالکل نیا کام یہ شروع کیا ہے کہ تراویح کے بعد خلاصہ تراویح بیان کیا جاتا ہے تو کیا حضور ﷺ اور صحابہ علیہم الرضوان سے بڑھ کر قرآن پاک کی محبت تمہارے دلوں میں ہے؟ انگریز عیسائی کے اس اعتراض کا جواب کون دے گا؟۔۔۔۔۔۔ یقیناً اس کا جواب وہی دے سکتا ہے جس نے اسلام کے اصولوں کو جانا اور تنگ نظری کی قید سے آزاد ہوا۔ میرے بھائیوں! ہمیں اپنے دل میں دینِ اسلام کی خدمت کا جذبہ بیدار کرنا اور اسلام کے اصول وضوابط کا جاننا انتہائی ضروری ہے تاکہ دین حق کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں کا اسلامی اصول کے ذریعے اس طرح مقابلہ کریں کہ اللہ عزوجل کی رضا اور دین متین کی سربلندی کا ذریعہ بن جائیں، واضح رہے کہ انگریز عیسائی اور دیگر کافروں نے اسلام کے اصولوں کو سمجھے بغیر اعتراض کردیا، اسلام کا اصول یہ ہے کہ وہ کام اسلام میں ناجائز اور بدعتِ سیئہ ہیں جن کی ممانعت اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ اور شریعت نے اس طور پر فرمائی کہ اس کے ثبوت پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو۔

---

[1] صحابہ علیہم الرضوان کی وسعتِ نظری اور اسلامی اصول کی معرفت کی تفصیل جاننے کے لئے احقر کی تالیف ''**عظمت قرآن اور جشن عید میلاد النبی** ﷺ'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

1st ISLAMIC LAW (دین متین کا پہلا قانون)

اِنَّ اَلْاَصْلَ فِی الْاَشْیَاءِ الْاِبَاحَۃُ ﴿مرقاۃ جلد 1، صفحہ 263﴾ 1

ترجمہ: "بے شک تمام چیزوں میں اصل مباح یعنی جائز ہونا ہے۔"

یعنی کسی بھی فعل کے جائز ہونے کے دلیل کا ہونا ضروری نہیں بلکہ حرمت وغیرہ کی دلیل کا نہ ہونا (یعنی منع نہ کرنا) ہی اباحت وجائز ہونے کی شرعی دلیل ہے۔ البتہ ناجائز وحرام کے لیے دلیل شرعی لازمی ہے۔

2nd ISLAMIC LAW (دوسرا قانون)

امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری رضی اللہ عنہ مواہب اللدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدْمُ الْفِعْلِ لَا یَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ

ترجمہ: کسی کام کا کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔

﴿فتاوی رضویہ (ج ۷ ص ۵۸۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)﴾

خلاصۂ قانون یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین سے کسی فعل کا ثابت نہ ہونا، نہی فعل کو مستلزم نہیں یعنی یہ تصور رکھنا کہ جو کام انہوں نے نہ کیا ہو، مسلمان اسے نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔۔ ایسا قطعاً اسلام نے تصور نہیں دیا اور اے غیر مسلمو! انگریز عیسائیو! ہمارے آقا ﷺ نے نئے نئے نیکی کے کام کرنے کی نہ صرف اجازت عطا فرمائی بلکہ نئے کام کرنے کی اس حسین انداز میں

---

1 یہی مفہوم مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی ہے۔ (1) تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 201 (2) تفسیر، بیضاوی (3) تفسیرات احمدیہ صفحہ 13 (4) رد المختار (5) مسلم الثبوت صفحہ 21 للعلامہ محب اللہ بہاری (6) فواتح الرحموت صفحہ 26 للعلامہ عبدالعلی بحر العلوم (7) مشکوۃ صفحہ 32 (8) مشکوۃ صفحہ 362 (9) اشعۃ اللمعات جلد 3 صفحہ 479

ترغیب دلائی کہ ارشاد فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَعُمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ کُتِبَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا وَلَا یُنْقَصُ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ

﴿صحیح مسلم شریف، کتاب العلم، رقم حدیث ۴۸۳۰﴾

یعنی: "جو کوئی شخص اچھا نیا طریقہ اسلام میں نکالے اور لوگ اس پر عمل کریں تو اسے اس کا برابر اجر دیا جائے گا اور لوگوں کے عمل میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی"۔

شیطان کے لئے دشوار نہیں کہ وسوسوں کا شکار کردے کہ انگریزوں کو کیا ضرورت ہے کہ مسلمانوں پر اعتراض قائم کریں یا عیسائیت کی تبلیغ کریں۔

افسوس! مسلمان غفلت کا شکار ہو چکے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری دنیا میں عیسائی مشنریز اسلام کے خلاف کام کر رہی ہیں، ان کے تفصیلی احوال یہاں ذکر نہیں کئے جاتے، لیکن عبرت اور نصیحت کے لئے چند معلوماتی واقعات پیش خدمت ہیں۔

سندھی انگریز:

ہمارے عزیز کچھ عرصے قبل ٹرین میں سفر کر رہے تھے، سفر کے دوران ایک شخص کی سندھی میں گفتگو نے انہیں حیران کر دیا، کیونکہ شکل وصورت سے انگریز معلوم ہوتا تھا لیکن شلوار قمیص اور سندھی گفتگو نے پریشان کیا ہوا تھا، بہر حال معمہ حل ہوا، واقعی یہ انگریز تھا جس نے مستقل طور پر اندرونِ سندھ اپنا مسکن بنایا ہوا ہے، پہلے پاکستان آکر اردو سیکھی، بعد میں ڈیڑھ سال کے عرصے میں سندھی زبان پر عبور حاصل کیا، پاکستان آنے کے بعد وطن لوٹ کر نہیں گیا، تقریباً چھ ماہ یا ایک سال کے بعد اس کی فیملی (Family) اس سے ملنے اسلام آباد کے مخصوص مقام پر آتی ہے جہاں وہ پندرہ دن یا ایک ماہ تک قیام کرتی ہے اور اس نے بتایا کہ اب تک میں کئی مسلمانوں کو عیسائی بنا چکا ہوں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

عیسائیوں کا چیلنج:

کچھ عرصہ قبل پنجاب کے ایک شہر سے اشتہار شائع ہوا جس میں عیسائیوں نے مسلمانوں کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت پیش کی، آخر کیوں؟؟ آہ! صد آہ!! اس عیسائی نے مسلمان کہلانے والوں کی تحریریں جو اپنے نبی علیہ السلام سے متعلق نازیبا کلمات پر مبنی تھیں باحوالہ پیش کیں وہ بدقسمتی سے آج مسلمانوں میں عام ہیں، اس کے بعد مسلمانوں کو اس طرح للکارا کہ تمہارا قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور مراتب کس حسین انداز میں پیش کر رہا ہے چنانچہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (باذن اللہ) علم غیب، حاجت روائی اور مشکل کشائی کا ذکر قرآن پاک ﴿سورۃ آل عمران، پارہ نمبر 3، آیت 49﴾ سے کیا۔ اَلْاَمَان وَالْحَفِیْظ

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہر زہ سرا ہے

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلہ ہے

غلط تراجم کا وبال:

ہندو پنڈت نے کتاب لکھی اور قرآن پاک کے غلط تراجم کے حوالے دے کر اعتراض کیا کہ مسلمان ایسے خدا مانتے ہیں جو ﴿نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِکَ، اَسْتَغْفِرُ اللہ﴾ ہنسی، دل لگی، ٹھٹھا، مسخری، مذاق، دھوکا اور فریب کرتا ہے کیونکہ بعض لوگوں کے قرآن پاک کے غلط تراجم انگریزوں کی سازش سے عام ہو چکے ہیں۔ دیکھئے!

﴿سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 1 آیت نمبر 15 ۔ سورۃ آل عمران، پارہ نمبر 3، آیت نمبر 54
سورۃ النساء پارہ نمبر 5، آیت نمبر 142﴾ [1]

---

[1] حال ہی میں بعض تراجم ناشرین (Publisher) نے مترجمین کے مرنے کے بعد درست کر دیئے ہیں لیکن افسوس! جن کے پاس پرانے ترجمے موجود ہیں۔ ان کا کیا حل ہوگا؟؟

قرآن کریم اور معیارِ ہدایت

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصرو کسری
خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

کر حق (عزوجل) **سے دعا امت مرحوم کے حق میں**
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

قرآن پاک کا ترجمہ ضرور پڑھیں مگر اپنے آپ کو غلط تراجم سے بچائیں لہٰذا تلاوت کرنے سے پہلے مندرجہ بالا آیات کو دیکھ لیں کہ کہیں رب العٰلمین عزو جل کے بارے میں فریب، دھوکہ، ہنسی، چال، ٹھٹھا، مذاق اور دل لگی جیسے بیہودہ الفاظ تو استعمال نہیں کیے گئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا **ترجمہ قرآن بنام ''کنزالایمان''** ان تمام عیوب سے پاک و منزہ ہے لہٰذا اس ترجمے کو پڑھنے کا معمول بنائیں۔

کفار اسلام کے دشمن ہیں، وہ مسلمانوں پر اعتراضات کرتے ہیں تا کہ مسلمان تذبذب کا شکار ہو کر راہ حق سے بھٹک جائیں۔ **کئی عرب ممالک میں عیسائی اور یہودی عربی زبان سیکھنے میں مصروف ہیں اور ان کا مقصد بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے باطل دین کی طرف مائل کرنا اور قلب مومن کو تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی کرنا ہے۔**

پیارے بھائیوں! گفتگو اس موضوع پر جاری تھی کہ بسا اوقات صحیح تعریف و اقسام کا نہ جاننا، خطائے عظیم کا سبب بنتا ہے جس طرح مذکورہ مثال میں امام مسجد کا واقعہ ہے جس نے سجدہ تلاوت کے اعلان کو بدعت کہا حالانکہ سجدہ کا اعلان قرآن پاک کے اس ارشاد پر مبنی ہے۔

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴿سورۃ المائدۃ، پارہ نمبر 6، آیت نمبر 2﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو''۔

ان تمہیدی واقعات کے بعد اصل اعتراض (کہ شرک ہر حال میں ممنوع اور ناجائز ہے اس کے باوجود فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیوں کیا؟) کے جواب کو سمجھنے کے لیے شرک کی تعریف اور حقیقت پر غور کرتے ہیں۔

شرک کی تعریف اور اقسام:

''اَلاِشْرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِیْکِ فِی الْاُلُوْهِیَّةِ، بِمَعْنٰی وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ کَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ الْاَصْنَامِ'' (شرح عقائد النسفیہ)

یعنی: ''کسی کو شریک ٹھہرانے سے مراد یہ ہے کہ مجوسیوں کی طرح کسی کو الٰہ (خدا) اور واجب الوجود سمجھا جائے یا بت پرستوں کی طرح کسی کو عبادت کے لائق سمجھا جائے''

نوٹ: واضح رہے کہ یہ تعریف **علامہ تفتازانی** علیہ الرحمۃ کی اس معتمد علیہ مشہور زمانہ تصنیف ''**شرح عقائد نسفیہ**'' سے لی گئی ہے جو درسِ نظامی (عالم کورس) میں شامل ہے۔

اس عبارت کی شرح میں سیدی عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''فَاِنَّهُمْ یَعْتَقِدُوْنَ اِلٰهَیْنِ یَزْدَانِ خَالِقَ الْخَیْرِ اَهْرَمَنْ خَالِقَ الشَّرِّ''

﴿شرح نبراس، صفحہ 265﴾

ترجمہ: ''مجوسیوں کا اعتقاد تھا کہ دو خدا ہیں ایک ''یزدان'' جو خیر کا خالق ہے اور ایک ''اہرمن'' جو شر کا خالق ہے''۔

ہم نے شرک کی تعریف کی مدد سے جان لیا کہ دو خداؤں کا ماننے والا مشرک ہوگا جیسے مجوسی (آگ پرست) اسی طرح کسی کو خدا کے سوا عبادت کے لائق سمجھنے والا مشرک ہوگا جیسے بت پرست جو بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں۔

واجب الوجود اور مستحق عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، جب تک کسی کو رب کے برابر یا مستحق عبادت نہ مانا جائے، جب تک شرک نہ ہوگا اسی لیے قیامت میں کفار اپنے بتوں سے کہیں گے:

''تَاللّٰهِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''

﴿سورۃ الشعراء، پارہ نمبر ۱۹، آیت: ۹۸،۹۷﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے، جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے''۔

شرک کی اقسام: شرک کی تین قسمیں ہیں:

1: شرک فی العبادۃ 2: شرک فی الذات 3: شرک فی الصفات

1 : شرک فی العبادۃ:

شرک فی العبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مستحقِ عبادت سمجھا جائے، رب العٰلمین عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ﴿پارہ 15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت 23﴾

ترجمہ: ''اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو''

2 : شرک فی الذات:

شرک فی الذات یہ ہے کہ کسی ذات کو اللہ تعالیٰ جیسا تسلیم کیا جائے، جیسا کہ مجوسی دو خداؤں کو مانتے تھے۔

3 : شرک فی الصفات:

کسی ذات و شخصیت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ جیسی صفات ماننا شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی نبی علیہ السلام میں مانی جائیں یا کسی ولی علیہ الرحمۃ میں تسلیم کی جائیں، کسی زندہ میں مانی جائیں یا فوت شدہ میں، کسی قریب والے میں تسلیم کی جائیں یا دور والے میں، شرک ہر صورت میں شرک ہی رہے گا جو ناقابلِ معافی جرم اور ظلمِ عظیم ہے۔

شرک کی مذمت:

☆ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿سورۃ لقمان، پارہ 21، آیت 13﴾

ترجمہ کنز الایمان: ”بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔“

☆ دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

﴿سورۃ النساء، پارہ 5، آیت 48 اور 116﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک (وکفر) کیا جائے اور شرک (وکفر) کے علاوہ جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔“

وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ﴿سورۃ النساء، پارہ نمبر 5، آیت نمبر 116﴾

ترجمہ کنز الایمان: ”اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا“

وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ﴿سورۃ النساء، پارہ نمبر 5، آیت نمبر 48﴾

ترجمہ کنز الایمان: ”اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا“

بلاشک وشبہ مشرک ظلمِ عظیم کا مرتکب، محروم المغفرت، صریح گمراہ ہمیشہ جہنم میں سڑنے والا، بد بخت، نامراد اور یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہے **ختم قادریہ شریف کی برکت** سے شرک فی الصفات کو قرآن پاک کے اصولوں کے عین مطابق سمجھیں گے اور شیطان کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے کیونکہ اکثر اوقات شیطان لعین شرک فی الصفات سمجھنے سے روکتا ہے، چنانچہ شیطان نے یہ اصول مرتب کیا کہ لفظوں کا ایک ہونا شرک کہلاتا ہے، شیطان کا مذکورہ اصول ہر قرآن پڑھنے والے کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کے مترادف ہے کیونکہ قرآن پاک میں کئی مثالیں ایسی ہیں جن میں اللہ عزوجل اور اس کے محبوبین کے درمیان لفظاً برابری پائی جاتی ہے۔

آیئے! اس مردود و لعین سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے نورِ قرآن پاک سے متمتع ہوتے ہوئے چند قرآنی مثالوں کے ذریعے ہمیشہ کے لیے اپنے ایمان کو فضل الٰہی عزوجل سے محفوظ کر لیتے ہیں۔

پہلی مثال:

قرآن پاک میں ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

﴿سورۃ البقرۃ، پارہ نمبر 2، آیت نمبر 143﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر رؤف اور رحیم ہے“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿سورۃ توبہ، پارہ نمبر 11، آیت 128﴾

ترجمہ: ”بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں (بھاری) ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مؤمنوں پر ”رؤف اور رحیم“ ہیں“۔

پہلی قرآنی مثال پر غور کریں! سوال پیدا ہوتا ہے کہ رؤف اور رحیم، اللہ کی صفات ہیں، ہم قرآن پاک کے حکم کے مطابق حضور پر نور ﷺ کے لیے رؤف اور رحیم صفت ثابت کریں تو کیا شرک ہو گا؟

دوسری مثال:

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ

﴿پارہ 20 سورۃ النمل، آیت 65﴾

ترجمہ: ”تم فرماؤ اللہ کے سوا غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں“۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

﴿سورۃ الجن، پارہ 29، آیت 26,27﴾

یعنی: ''غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر صرف اپنے پسندیدہ رسول ہی کو آگاہ فرماتا ہے۔ ہر کسی کو (یہ علم) نہیں دیتا۔''

دوسری مثال پر نظر فرمائیں کہ ''علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اگر کوئی قرآن پاک کی روشنی میں رسولوں کے لیے علم غیب کو مانے تو کیا یہ بھی شرک ہوگا؟

تیسری مثال:

قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿سورۃ المائدہ، پارہ 6، آیت 54﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی ہیں ان) کے لیے علم کی صفت کو ثابت کیا گیا۔

ارشاد ربانی ہے: قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ

﴿سورۃ النمل، پارہ 19، آیت 40﴾

ترجمہ: ''(حضرت آصف نے) کہا جن کے پاس کتاب کا علم تھا''۔

تیسری مثال دیکھیں کہ ''علم'' اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اگر کوئی مذکورہ قرآنی آیت کے تحت ولی کامل حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم والا کہے تو کیا ایسا کہنے والا جرمِ عظیم یعنی شرک کے وبال میں مبتلا کہلائے گا؟

چوتھی مثال: قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

﴿سورۃ یونس، پارہ 11، آیت 65﴾

ترجمہ کنز الایمان ''بے شک عزت ساری اللہ کے لیے ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

﴿سورۃ المنافقون، پارہ 28، آیت 8﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔''

غور کیجئے! پہلے فرمایا گیا کہ ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے پھر دوسرے مقام میں ارشاد ہوا کہ عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول ﷺ اور مؤمنوں کے لیے بھی ہے، یہاں بھی الفاظ ایک جیسے ہی ہیں۔ قرآنِ مجید کی روشنی میں اللہ عزوجل کے پیاروں کو عزت والا کہیں تو کیا شرک لازم آئے گا؟۔۔۔؟

پانچویں مثال: قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

﴿سورۃ محمد، پارہ 26، آیت 11﴾

ترجمہ: ''یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مددگار اللہ ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿سورۃ التحریم، پارہ 28، آیت 4﴾

ترجمہ: ''بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مؤمنین مددگار ہیں۔''

پانچویں مثال پر غور فرمائیں یقیناً مددگار، مشکل کشا اور حاجت روا اللہ تعالیٰ ہے اور قرآن پاک کی روشنی میں جبریل امین اور صالح مؤمنین کو مددگار ثابت کریں تو کیا شرک ہوگا؟؟

فیضانِ اصول قرآن:

مذکورہ آیات کی روشنی میں ایک اصول وضابطہ مرتب ہوا کہ

''محض الفاظ و تلفظ کی یکسانیت ''شرک'' کو لازم نہیں کرتی۔''

یہ امر انتہائی واضح ہے کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں ویسی ہی کسی کے لیے مان لی جائیں تو شرک فی الصفات لازم آئے گا، حضور ﷺ رؤف اور رحیم ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا سے ------- اسی طرح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام علم غیب جانتے ہیں لیکن باذن اللہ------حضرت آصف بن برخیا علم والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت سے --------مومنین عزت والے ہیں لیکن باذن اللہ -----اور اسی طرح صالح مؤمنین مددگار ہیں لیکن باذن اللہ، قرآن پاک کے نور سے معلوم ہوا کہ انبیاء وصالحین کی خوبیوں اور اوصاف جمیلہ میں باذن اللہ اور عطائی کے معنی پائے جاتے ہیں اگرچہ بظاہر باذن اللہ اور عطائی مذکور نہ ہو، مثلاً قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

﴿سورۃ المائدہ، پارہ 6 ، آیت 55﴾

ترجمہ: ''اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے تمہارے مددگار ہیں۔''

اس آیت مبارک میں اللہ عزوجل کے رسول ﷺ اور مؤمنوں کو مددگار قرار دیا گیا، گو کہ باذن اللہ اور عطائی مذکور نہیں لیکن !!!مراد یہی ہے کہ اللہ عزوجل کے رسول ﷺ اور مؤمنین مدد کرتے ہیں اللہ عزوجل کے اذن اور عطا سے۔

ان آیات کے تحت معلوم ہوا کہ صحابہ علیھم الرضوان کا براہِ راست رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا اور مؤمنین کا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کرنا باذن اللہ کے تحت ہے یعنی المدد یا رسول اللہ ﷺ

کے معنی ہیں ''اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے اذن سے مدد فرمائیے'' واضح رہے کہ یہ مدد طلب کرنا شرک نہیں کیونکہ صالحین اللہ کی عطا سے مدد کرتے ہیں۔

جو ذات باری عزوجل عطا فرما رہی ہے ، اس میں اور جس کو عطا کیا جا رہا ہے ، ان حضرات قدسیہ میں برابری کا تصور محال ہے اور جب برابری ہی نہیں تو شرک کہاں رہا؟؟؟

اس اصول کو سمجھنے کے لیے سیّدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی عطا کردہ مثال انتہائی مفید ہے ﴿صفحہ 46 پر ملاحظہ فرمائیں﴾ خوب یاد رکھیں! جہاں باذن اللہ اور عطائی کا ذکر آجائے، شرک کا تصور محال اور ناممکن ہو جاتا ہے، مذکورہ مثالوں میں باذن اللہ یا عطائی کے معنی نہایت واضح ہیں۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

﴿سورۃ البقرہ ، پارہ 3 ، آیت نمبر 255 (آیت الکرسی)﴾

ترجمہ: ''کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذنِ خداوندی کے''۔

پتہ چلا کہ بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید ہے۔

پس جب یہ عقیدہ آیا کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کرسکتا ہے یا مدد کرسکتا ہے تو شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم.....

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیمِ رسالت پیش کی تو ان سے کہا:

وَاُبْرِیءُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللهِ

ترجمہ: ''اور میں اچھا کرتا ہوں اندھے اور کوڑھی کو۔۔۔اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔''

اب دیکھئے!! شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا لیکن آپ آگے فرماتے ہیں باذن اللہ یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہوں۔ **پس جہاں اذن الٰہی آجائے تو شرک چلا جاتا ہے اور جہاں اذن گیا توحید بھی گئی، یہی (اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا) توحید اور شرک کا بنیادی نکتہ ہے۔**

الوہیت عطائی نہیں ہوسکتی:

اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوہیت کا دینا ممکن نہیں کیوں کہ یہ مستقل ہے۔۔۔اور **عطائی چیز مستقل نہیں ہوسکتی**، الوہیت استقلال ہی کے معنی میں ہے لیکن مشرکین کا تصور یہ تھا کہ انہوں نے کہا۔۔۔لات ومنات وغیرہ ایسے زاہد و عابد لوگ تھے کہ اللہ نے کہا تمہاری عبادت کمال کو پہنچ گئی اب تم پر میں یہ عنایت کرتا ہوں کہ تم آزاد ہو، میں تم پر کچھ فرض کرتا ہوں اور نہ کوئی پابندی لگاتا ہوں پس اس طرح انہوں نے کہا **کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمام معبودوں کو الوہیت دے دی، جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرمادیا ہے وہ مشرک اور مُلحِد ہے** ﴿ملاحظہ کریں: مقالاتِ غزالئی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ﴾

مسلمانوں کا عقیدہ:

مشرکین غیر اللہ کے لیے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مؤمنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں ہیں۔یعنی سردارِ انبیاء ﷺ کو بھی خدا تصور نہیں کرتے۔

صفات باری تعالیٰ اور صفات حبیب باری ﷺ میں فرق :

﴿۱﴾ ☆**اللہ تعالیٰ کی صفات، ذاتی ہیں۔**

جبکہ

☆ **حضور ﷺ کی صفات، عطائی ہیں۔**

﴿۲﴾ ☆**اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم (پہلے اور ہمیشہ سے) ہیں**

جبکہ

☆ **حضور ﷺ کی صفات، حادث (بعد میں) ہیں۔**

﴿۳﴾ ☆**اللہ تعالیٰ کی صفات ابدی ہیں۔**

جبکہ

☆ **حضور ﷺ کی صفات، غیر ابدی ہیں۔**

﴿۴﴾ ☆**اللہ تعالیٰ کی صفات غیر مقدور (یعنی کس کے تابع و زیر اثر نہیں) ہیں۔**

جبکہ

☆ **حضور ﷺ کی صفات، مقدور (اللہ تعالیٰ کے زیر اثر) ہیں۔**

شرک کی تعریف واقسام کی وضاحت کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ (معاذ اللہ) فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو واجب الوجود، خدایا مستحق عبادت سمجھتے ہوئے سجدہ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ منصبِ عظمیٰ کے پیش نظر سجدۂ تعظیمی بجا لائے تھے، تعظیم اور عبادت میں

حضرت یوسف علیہ السلام کے قول پر غور کریں وہ اپنے آپ کو سب سے بہتر قرار دے رہے ہیں حالانکہ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

خطاب حبیب پروردگار ﷺ:

حضور پرنور ﷺ نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو **کاشف الکربات یعنی مشکل کشا** کا لقب عطا فرمایا۔

چنانچہ مَفَاهِم يَجِبُ اَنْ تُصَحَّح میں باحوالہ درج ہے:

عِنْدَ ابْنِ شَاذَانَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُودٍ : مَارَاَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاكِياً قَطُّ اَشَدَّ مِنْ بُكَائِهِ عَلٰى حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَضَعَهُ فِى الْقِبْلَةِ ثُمَّ وَقَفَ عَلٰى جَنَازَتِهِ وَانْتَحَبَ حَتّٰى نَشَغَ مِنَ الْبُكَاءِ يَقُوْلُ : يَا حَمْزَةُ عَمُّ رَسُوْلِ اللهِ وَاَسَدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهِ ! يَا حَمْزَةُ فَاعِلُ الْخَيْرَاتِ ! يَا حَمْزَةُ كَاشِفُ الْكُرُبَاتِ يَاذَابُّ عَنْ وَّجْهِ رَسُوْلِ اللهِ ! (المواهب اللدنية ج1،ص212)

ترجمہ : ”حضرت ابن شاذان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات پر جتنا روتے ہوئے دیکھا اتنا کسی کی وفات پر روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (آپ حضرت حمزہ کی وفات پر بہت رو رہے تھے) ان کو قبلہ کی جانب رکھا پھر ان کے جنازے پر کھڑے ہو گئے اور زار و قطار رونے لگے

حتیٰ کہ رونے کی وجہ سے سسکی بندھ گئی اور فرما رہے تھے کہ يَا حَمْزَةُ عَمُّ رَسُوْلِ اللهِ وَاَسَدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهِ (اے حمزہ، اے رسول اللہ کے چچا! اے اللہ اور اسکے رسول کے شیر!) يَا حَمْزَةُ فَاعِلُ الْخَيْرَاتِ (اے حمزہ اے نیک کام کرنیوالے) يَا كَاشِفَ الْكُرُبَاتِ (اے غموں کو دور کرنیوالے مشکل کشا) يَا ذَابُّ عَنْ وَّجْهِ رَسُوْلِ اللهِ (رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور سے ناپسندیدہ چیزوں کو دور کرنے والے)[1]

حضور پرنور ﷺ کے ارشاد پر غور فرمائیں! آپ ﷺ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کاشف الکربات فرما رہے ہیں حالانکہ کاشف الکربات تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

بلاشک و شبہ حضور پرنور ﷺ اور حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی نیت اللہ عزوجل سے مقابلے یا برابری کی نہیں۔۔۔۔اسی طرح حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے سے مسلمانوں کی نیت پیرانِ پیر کو اللہ عزوجل کے برابر قرار دینا نہیں ہے اور نہ ہی مسلمان قائدِ اعظم محمد علی جناح کا موازنہ حضور ﷺ سے کرتے ہیں۔

اسلام کی خصوصیت:

مذہب اسلام وہ عمدہ مذہب ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہے، جہاں نیت پر اعمال کا دارومدار ہے، وہیں یہ اصول بھی ہے کہ **جو امور شریعت نے ناجائز و حرام قرار دیئے ہیں ان میں خیر کی نیت کر لی جائے تب بھی وہ امور ناجائز و حرام ہی رہتے ہیں۔**

---

[1] الحمد للہ ختمِ قادریہ سید الشہداء حضرت حمزۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضانِ کرم سے جاری و ساری ہے۔ ہر اتوار عصر تا مغرب جامع مسجد بہارِ شریعت میں پرنور محفل ہوتی ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عظیم الشان سالانہ عرس شوال المکرم کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔

تفصیلات کے لئے Visit کیجیے:۔ www.noorulquran.com

مثلاً سجدہ تعظیمی گزشتہ شریعتوں میں جائز تھا مگر شریعتِ محمدیہ ﷺ میں ناجائز، حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اب اگر کوئی سجدۂ تعظیمی بجالاتے ہوئے نیت خیر کی کرلے، اس کی نیت کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے سجدۂ تعظیمی کی ممانعت فرمادی ہے۔

حضرت اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی مَرْضِہِ الَّذِی
لَمْ یَقُمْ مِنْہُ لَعَنَ اللہُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا
قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ هِمْ مَّسَاجِداً

﴿صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز رقم حدیث ۱۳۰۱﴾ ۱؎

ترجمہ: ''بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرضِ وصالِ ظاہری میں فرمایا کہ یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

مکۃ المکرمۃ کے محدث حضرت مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ (سن وصال: 685ھ) کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ:

'یہود و نصاریٰ اپنے نبیوں کے مزاروں کو سجدہ کرتے اور انہیں قبلہ بناکر نماز میں ان کی طرف منہ کرتے اس لیے حضور ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔''

﴿مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ ج1، ص456﴾

۱؎ صحیح بخاری شریف (کتاب الصلوۃ رقم حدیث ۴۱۷، کتاب الجنائز ۱۲۴۴، کتاب احادیث الانبیاء، ۳۱۹۵، کتاب المغازی ۴۰۸۷، کتاب اللباس ۵۳۶۸)، صحیح مسلم شریف (کتاب المساجد، ۸۲۶)، نسائی (کتاب المساجد، ۶۹۲) مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (ومن مسند بنی ہاشم ۱۷۸۶، باقی مسند الانصار ۲۲۹۳۱، ۲۲۷۴۸، ۲۳۳۷۴، ۲۳۹۷۶، ۲۴۹۵۳، ۲۴۹۸۲، ۲۵۱۴۶)، دارمی (کتاب الصلوۃ ۱۳۶۷)

مزید فرمایا: اَلسَّجْدَۃُ حَرَامٌ بِغَیْرِہٖ سُبْحَانَہٗ

ترجمہ: ''اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو سجدہ حرام ہے۔''

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لَایَجُوْزُ السَّجُوْدُ اِلَّا لِلہِ تَعَالٰی

ترجمہ: ''غیر اللہ کے لیے سجدہ جائز نہیں۔''

★ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدے کی ممانعت تو فرمائی ہے لیکن ہاتھ اور پاؤں چومنے سے منع نہیں فرمایا چنانچہ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے:

حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ اَبَانَ بِنْتُ الْوَازِعِ بْنِ زَارِعٍ عَنْ جَدِّهَا
زَارِعٍ وَّکَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا
الْمَدِیْنَۃَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَالنَّبِیِّ وَرِجْلَہٗ

﴿سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الرجل، رقم حدیث: 4548﴾

ترجمہ: ''ام ابان بنت وازع بن زارع نے اپنے داداجان حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو عبدالقیس کے وفد میں شامل تھے انہوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو تیزی سے اپنی سواریوں سے اتر کر رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دینے لگے۔''

واضح رہے کہ سجدہ وَضْعُ الْجَبْهَۃِ عَلَی الْاَرْضِ (زمین پر پیشانی رکھنے) کا نام ہے۔

﴿نور الانوار، مبحث الخاص﴾

ضروری تنبیہ:

شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے تحت اب کسی بھی فرد کو یا کسی بزرگ شخصیت حتّٰی کہ نبیوں کے سردار محبوب پروردگار دو عالم کے مالک و مختار باذن پروردگار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی جائز نہیں کہ کوئی شخص انہیں سجدہ کرے، اب اگر کوئی کسی مزار پر سجدۂ تعظیمی کرتا ہے تو وہ سخت گناہگار ہے اور انتہا درجہ کی جہالت کا

مرتکب ہے، سجدہ تعظیمی کرنے والا پروردگار عالم عزوجل اور صاحب مزار علیہ الرحمۃ کی ناراضگی کا مستحق ہے۔ ﴿ملاحظہ ہو: حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ کی کتاب توحید باری تعالیٰ﴾

دین اسلام کو نقصان پہنچانے والوں میں فی زمانہ ایسے کم بختوں کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں جنہوں نے صرف اور صرف مال کمانے کے مختلف ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں، یاد رکھئے! لمبے لمبے بال، ہاتھوں میں کڑے، بیس پچیس انگوٹھیاں، عورتوں کے جھرمٹ میں بیٹھنا، نمازیں نہ پڑھنا اور صرف تعویذ دیتے رہنا، یہ ایسے جاہل، بدعتی، نام نہاد، جعلی پیروں کی نشانیاں ہیں جن سے قربت وعقیدت دنیا وآخرت کی تباہی کا سبب ہے۔

جہلاء کا فعل دلیل و حجت نہیں:

بسا اوقات شیطان دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ مزار شریف کے باہر خرافات اور ڈھول ڈھماکوں کا بازار گرم رہتا ہے اور بعض بے وقوف لوگ صاحب مزار کو سجدہ کرتے ہیں لہٰذا مزار شریف پر حاضری دینا ہی ناجائز وحرام ہے، شیطان کے اس وار کی مثال تو ایسے ہے جیسے کسی شخص نے عیسائی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس عیسائی نے جواب دیا میں اسلام ہرگز قبول نہیں کروں گا کیونکہ مسلمان جھوٹے ہیں اور فراڈ کرتے ہیں۔ ﴿حالانکہ جدید تحقیق کے مطابق جھوٹ اور فراڈ میں عیسائیوں کو نمایاں، No.1 Position حاصل ہے اور World Cup کے حق دار ہیں﴾ تو ایسے شخص کو اس طرح سمجھایا جائے گا کہ بے عمل، جھوٹ اور شریعت سے ناواقف لوگوں کا فعل ہمارے دینِ اسلام میں دلیل و حجت نہیں، دلیل وحجت ہمارے لیے اسلام کے قوانین ہیں جن میں ان چیزوں کی ممانعت ثابت ہے، اس گفتگو کے پیشِ نظر شیطان کا وار بھی ناکام ہو چکا ہم نے عرض کر دیا کہ مزارات کی بے حرمتی کرنے والے جاہل لوگوں کا عمل دلیل و حجت نہیں، **جس طرح اسلام کی دعوت قبول کرنے میں بے عمل لوگوں کا فعل رکاوٹ نہیں اسی طرح بزرگان دین کے مزارات سے فیض لینے میں جاہلوں کا عمل کیونکر رکاوٹ بن سکتا ہے؟....؟**

شیطان کے آلہ کار:

شیطان نے خارجیوں کے ذریعے انبیاء علیہم السلام وصالحین علیہم الرحمۃ کی محبت لوگوں کے دلوں سے نکالنے کی کوشش کی۔۔۔ جیسا کہ گزرا انہوں نے امیر المؤمنین حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجھہ الکریم کو مشرک کہا (معاذ اللہ) اور دلیل قرآن کریم سے پیش کر رہے تھے۔

حدیثِ پاک کی مشہور کتاب **"سنن ابن ماجہ"** میں **امام ابو عبداللہ محمد بن ماجہ الربعی القزوینی** علیہ الرحمۃ (سن وصال 273ھ) نے **"بَابٌ فِیْ ذِکْرِ الْخَوَارِج"** کے تحت اس گروہ کی کثرتِ عبادت اور دیگر علامات کا تذکرہ فرمایا۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت کو بیان کیا جس میں مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا کہ یہ گروہ ظاہر ہوتا رہے گا۔ حَتّٰی یَخْرُجَ فِیْ اٰخِرِھِمُ الدَّجَالُ حتیٰ کہ ان کے آخر میں دجال ظاہر ہو گا یعنی یہ گروہ دجال سے مل جائے گا، مزید حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا جس میں سرکار دوعالم ﷺ نے اس گروہ کے بارے میں فرمایا:

هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ

ترجمہ: "یہ مخلوق میں سب سے بدترین ہیں۔"

یہ ارشادِ پاک سچوں کے سردار ﷺ کا ہے جن کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی"

﴿سورۃ النجم، پارہ 27، آیت ۳،۴﴾

ترجمہ: "اور وہ (نبی علیہ السلام) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے بلکہ وہ تو صرف وحی ہی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔"

یعنی حضور ﷺ ہر بات اللہ عزوجل کے حکم اور وحی سے فرماتے ہیں۔ محبوب ﷺ انہیں بدترین مخلوق فرما رہے ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں اور ہماری نسلوں کو اس گروہ سے محفوظ فرمائے کیونکہ حدیث پاک کے مطابق وہ گروہ ہمیشہ ظاہر ہوتا رہے گا اور آخر میں دجال سے ملے گا۔

خون کے آنسو:

اسی گروہ نے امام الموحد سیّد الانبیاء والمرسلین آقائے دو جہاں ﷺ کے بارے میں ایسے گستاخانہ اور نازیبا کلمات کہے ہیں: **اَلْاَمَان! ثُمَّ الْاَمَان!!** جس کا ضمیر زندہ ہو وہ خون کے آنسو روئے اور بے قرار ہو کر اللہ عزوجل سے اپنے ایمان کی حفاظت طلب کرے۔

محبوب ﷺ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کا نور پہنچاتے ہوئے لوگوں کو جہنم کے گڑھے سے بچاتے ہوئے جنت کی راہ پر اس حسین انداز سے گامزن فرما رہے تھے کہ اپنے قدموں سے وابستگی کے ذریعے اپنے مالک و مولیٰ کا پیارا اور پسندیدہ بندہ بنا رہے تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت ومحبت کی وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور محبّ ہو جائے گا۔

جب اس گروہ میں شامل منافقین نے سنا تو سخت نازیبا کلمات کہے جس کے رد میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴿سورۃ النساء، پارہ 5، آیت 80﴾

ترجمہ: ''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے بیشک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''

جس کا شانِ نزول **مفسّرِ شہیر حضرت علامہ فخرالدین رازی** علیہ الرحمۃ (سن وصال 606ھ) عالم اسلام کی مشہور ترین تفسیر (تفسیرِ کبیر) میں نقل فرماتے ہیں:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: ''مَنْ اَحَبَّنِيْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ وَمَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ'' فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ: لَقَدْ قَارَبَ هٰذَا الرَّجُلُ الشِّرْكَ وَهُوَ اَنْ يَّنْهٰى اَنْ نَّعْبُدَ غَيْرَ اللّٰهِ وَيُرِيْدُ اَنْ نَّتَّخِذَهٗ رَبًّا كَمَا اتَّخَذَتِ النَّصَارٰى عِيْسٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ

﴿ج ۴، ص ۱۵۰ مطبوعہ تفسیر کبیر احیاء التراث العربی بیروت لبنان﴾

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اس نے درحقیقت اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ عزوجل کی اطاعت کی، منافقوں نے کہا تحقیق یہ ہمیں غیر اللہ کی عبادت سے روکتے ہیں حالانکہ یہ خود شرک کے قریب ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو رب مانا (معاذ اللہ) اس پر اللہ عزوجل نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

نوٹ: اسی مفہوم کو پیشوا و مقتداء حضرت علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (سن وصال: ۷۲۵ھ) نے بھی تفسیرِ خازن جلد 1 صفحہ 405 پر تحریر فرمایا ہے۔

نامِ خدا اور دھوکہ......صد افسوس:

اس گروہ نے ہمیشہ اللہ عزوجل کی محبت ظاہر کر کے لوگوں کو صالحین حتیٰ کہ نبیوں کے سردار ﷺ سے دور کیا۔ شیطانی مکروفریب کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے؟۔۔ کہ لوگوں کے دلوں سے **عظمتِ مصطفیٰ** ﷺ کا چراغ گل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام کو ذریعہ بنایا (**معاذ اللّٰہ** عزوجل)

حضور ﷺ سے دوری کا سبب یہی ظاہر کیا کہ ہم حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتے گویا کہ کہنا یہ چاہ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے اپنا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیا ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے اپنا ذکر پہلے کیا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بعد میں کیا۔۔۔۔۔۔ یعنی فرمایا کہ میری محبت و اتباع کرو تا کہ اللہ کے محبّ اور مطیع بن جاؤ، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اتباع کرو تا کہ میرے محبوب بن جاؤ گے۔

(نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

حقیقتاً یہ لوگ کتنے نادان و ناسمجھ تھے جو شرمِ نبی ﷺ اور خوفِ خدا عزوجل سے محروم تھے، انہوں نے امت کے پیشوا، شرک کے دلدل سے بچانے والے محبوب کریم ﷺ کو معاذ اللہ شرک کا پرچار کرنے والا قرار دیا۔

اے کاش! ہمارے ضمیر بیدار ہو جائیں ہماری محبتیں محض رضائے الٰہی عزوجل کے لئے ہوں۔

یاد رکھیں!! خوب یاد رکھیں!! دنیا کی مروتیں کہیں بروزِ قیامت شرمندہ نہ کروا دیں۔

خون کے آنسو:

اسی گروہ نے امام الموحد سیّدالانبیاء والمرسلین آقائے دو جہاں ﷺ کے بارے میں ایسے گستاخانہ اور نازیبا کلمات کہے ہیں: **اَلْاَمَان! ثُمَّ الْاَمَان!!** جس کا ضمیر زندہ ہو وہ خون کے آنسو روئے اور بے قرار ہو کر اللہ عزوجل سے اپنے ایمان کی حفاظت طلب کرے۔

محبوب ﷺ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کا نور پہنچاتے ہوئے لوگوں کو جہنم کے گڑھے سے بچاتے ہوئے جنت کی راہ پر اس حسین انداز سے گامزن فرما رہے تھے کہ اپنے قدموں سے وابستگی کے ذریعے اپنے مالک و مولیٰ کا پیارا اور پسندیدہ بندہ بنا رہے تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت و محبت کی وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور محبّ ہو جائے گا۔

جب اس گروہ میں شامل منافقین نے سنا تو سخت نازیبا کلمات کہے جس کے رد میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴿سورۃ النساء، پارہ 5، آیت 80﴾

ترجمہ: "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے بیشک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی"

جس کا شانِ نزول **مفسّرِ شہیر حضرت علامہ فخرالدین رازی** علیہ الرحمۃ (سن وصال 606ھ) عالم اسلام کی مشہور ترین تفسیر (تفسیرِ کبیر) میں نقل فرماتے ہیں:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: "مَنْ اَحَبَّنِيْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ وَمَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ: لَقَدْ قَارَبَ هٰذَا الرَّجُلُ الشِّرْكَ وَهُوَ اَنْ يَّنْهٰى اَنْ نَّعْبُدَ غَيْرَ اللّٰهِ وَ يُرِيْدُ اَنْ نَّتَّخِذَهٗ رَبًّا كَمَا اتَّخَذَتِ النَّصَارٰى عِيْسٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ

﴿ج ۴، ص ۱۵۰ مطبوعہ تفسیر کبیر احیاء التراث العربی بیروت لبنان﴾

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اس نے درحقیقت اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ عزوجل کی اطاعت کی، منافقوں نے کہا تحقیق یہ ہمیں غیر اللہ کی عبادت سے روکتے ہیں حالانکہ یہ خود شرک کے قریب ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو رب مانا (معاذ اللہ) اس پر اللہ عزوجل نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

نوٹ: اسی مفہوم کو پیشوا و مقتداء حضرت علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (سن وصال: ۷۲۵ھ) نے بھی تفسیرِ خازن جلد 1 صفحہ 405 پر تحریر فرمایا ہے۔

نامِ خدا اور دھوکہ......صد افسوس:

اس گروہ نے ہمیشہ اللہ عزوجل کی محبت ظاہر کر کے لوگوں کو صالحین حتیٰ کہ نبیوں کے سردار ﷺ سے دور کیا۔ شیطانی مکروفریب کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے؟۔۔ کہ لوگوں کے دلوں سے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا چراغ گل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام کو ذریعہ بنایا (**معاذ اللّٰہ** عزوجل)

حضور ﷺ سے دوری کا سبب یہی ظاہر کیا کہ ہم حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتے گویا کہ کہنا یہ چاہ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے اپنا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیا ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے اپنا ذکر پہلے کیا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بعد میں کیا۔۔۔۔۔ یعنی فرمایا کہ میری محبت و اتباع کرو تا کہ اللہ کے محبّ اور مطیع بن جاؤ، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اتباع کرو تا کہ میرے محبوب بن جاؤ گے۔

(نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

حقیقتاً یہ لوگ کتنے نادان و ناسمجھ تھے جو شرمِ نبی ﷺ اور خوفِ خدا عزوجل سے محروم تھے، انہوں نے امت کے پیشوا، شرک کے دلدل سے بچانے والے محبوب کریم ﷺ کو معاذ اللہ شرک کا پرچار کرنے والا قرار دیا۔

اے کاش! ہمارے ضمیر بیدار ہو جائیں ہماری محبتیں محض رضائے الٰہی عزوجل کے لئے ہوں۔

یاد رکھیں!! خوب یاد رکھیں!! دنیا کی مروتیں کہیں بروزِ قیامت شرمندہ نہ کروا دیں۔

التجا: ہمیشہ کے لئے دس بار روزانہ اعوذ باللہ شریف پڑھنے کی عادت بنالیجئے۔

معلوم یہ ہوا کہ چودہ سوسال قبل شیطان نے اس وار (حضور ﷺ کا مرتبہ اللہ عزوجل سے بڑھ گیا) کے تحت لوگوں کو اس حقیقت کے سمجھنے سے دور رکھا کہ حضور ﷺ کی محبت واطاعت درحقیقت اللہ عزوجل کا مطیع اور محبّ ہونا ہی ہے اور انبیاء وصالحین کے کمالات اللہ عزوجل کے عطا کردہ ہیں اور انبیاء وصالحین کی تعریف اللہ عزوجل ہی کی تعریف ہے، اس گفتگو کو سمجھنے کے لئے قرآن پاک کی مشہور ومعروف آیت الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے تحت مفسرین کے ارشاد پر غور وتفکر کرنا اور اُسے ذہن میں محفوظ رکھنا، ایمان کی تقویت کا باعث ہوگا۔ (انشاء اللہ عزوجل)

تمام خوبیاں اور تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں:

قرآن کریم میں ارشاد ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جسکے معنی ہیں: سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تعریف کے لائق (صرف) اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے تو پھر قرآن پاک میں انبیائے کرام اور اولیائے کاملین کے فضائل ومراتب کا ذکر بطور تعریف کیوں کیا گیا ہے؟ ---

قرآن پاک بلاشک وشبہ وہ بلند رتبہ کتاب ہے جو منافات وٹکراؤ سے پاک ہے۔ پھر یہ کیا معاملہ ہے؟ مفسرین کرام نے بڑا پیارا اصول ارشاد فرمایا جس کی روشنی میں بات بہت آسانی سے سمجھ آجاتی ہے چنانچہ ارشاد ہوا ''**مصنوع کی تعریف صانع ہی کی تعریف ہوتی ہے**۔' یعنی عمدہ چیز کی تعریف حقیقتاً عمدہ شے بنانے والے کی تعریف ہوتی ہے''۔

پتا چلا کہ درحقیقت صلاحیت، کمال، مرتبہ، بلندی اور فضیلت ---- صانعِ حقیقی خالق ومالک عزوجل ہی عطا فرماتا ہے۔

اس قاعدے کے تحت معلوم ہوا کہ خوش نصیب مسلمان حضور پُر نور ﷺ کے صحابہ علیہم الرضوان کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے محبوب علیہ السلام کی ثناء خوانی کرتے ہوں یا بزرگانِ دین کے طریقے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے محبوبِ سُبحانی حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

منقبت پیش کرتے ہوں تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی حمد کرتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ کو عظمتیں اور رفعتیں اللہ عزوجل ہی نے عطا فرمائی ہیں، جو ذاتِ باری عزوجل عطا فرما رہی ہے، اس میں اور جس کو عطا کیا جارہا ہے، ان حضراتِ قدسیہ میں برابری کا تصور محال ہے۔

اعلیٰ حضرت اور معرفتِ توحید

اس اصول کو سمجھنے کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی عطا کردہ مثال انتہائی مفید ہے جس میں آپ علیہ الرحمۃ نے مخلوق کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ برابری اور یکسانیت کو محال قرار دیتے ہوئے نفیس بحث ارشاد فرمائی اور اسی محققانہ کلام کے ذریعے یہ بات چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن اور واضح ہے کہ ایک بوند کے کروڑویں حصے کو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے جو نسبت حاصل ہے مخلوق کی تمام صفات وخوبیوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے وہ نسبت بھی حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔

چنانچہ مفہومِ کلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پیشِ خدمت ہے:

''تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ سی بوند کے کروڑویں حصے کو حاصل ہے۔ کیونکہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی (محدود) ہیں اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی ہے۔ عرش و فرش، مشرق و مغرب اور تمام کائنات کا علم روزِ اول سے آخر تک اگر مخلوق کو حاصل ہوجائے تو بھی وہ متناہی (محدود) ہے، کیونکہ عرش و فرش دو حدیں ہیں، اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہے سب متناہی (محدود) ہے۔

معلوم ہوا کہ متناہی (محدود) اور غیر متناہی میں برابری کا تصور ہی محال اور ناممکن ہے تو پھر شرک کہنا کیونکر درست ہوگا؟ فَافْهَمْ

قرآن پاک سے استدلال کا صحیح طریقہ:

تحریر کا آغاز عظمتِ قرآن پاک سے ہوا، اور ہماری گفتگو کا محور و مرکز یہی رہے گا کہ قرآن پاک کی آیات سے استدلال کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ تا کہ معیارِ ہدایت ہم پر روشن ہوجائے کیونکہ نجات اور معیارِ ہدایت کی بنیاد مکمل قرآن پاک پر ایمان لاتے ہوئے احادیث طیبہ کے نور سے پرنور ہوکر صحابہ علیہم الرضوان اور بزرگانِ دین علیہم الرحمۃ کے طریقے اپنانے میں ہے۔ یقیناً گمراہی اور بدبختی ان لوگوں کا مقدر بن گئی جنہوں نے قرآن پاک کی بعض آیات پر ایمان رکھا اور بعض کا انکار کردیا۔

جیسے فرقہ مرجیہ جن کے نزدیک نجات کے لیے صرف ایمان کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں۔
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر تو ایمان لائے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعًا
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿سورة الزمر، پارہ 24، آیت 53﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ عزوجل سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔''
لیکن اس آیت کے منکر ہوئے۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ﴿سورة النساء، پارہ 5، آیت 123﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا''

فرقہ مرجیہ نے کہا جب اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا تو عمل کی کیا ضرورت ہے صرف ایمان کافی ہے، دوسری آیت پر غور نہ کیا جس میں گناہوں سے بچنے کی تاکید ہے اور عملِ بد سے اجتناب کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

معیارِ ہدایت:

اللہ عزوجل کی خوشنودی اور جنت کی ابدی و سرمدی نعمتوں کے وہی حقدار ہونگے جو قرآن پاک کے صحیح معنی و مفہوم کو جان کر صراطِ مستقیم پر چلتے رہیں گے لہٰذا قرآنِ پاک کی ایک آیت کو اختیار کرکے دوسری کا انکار کرنا، حقیقت و مجاز اور ذاتی و عطائی کی معرفت نہ رکھنا قرآنِ پاک کے فیوض و برکات سے نہ صرف دوری بلکہ دائمی ندامت کا سبب ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ
﴿سورة الشوریٰ، پارہ 25، آیت 49﴾

ترجمہ: ''اللہ عزوجل جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے''
دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی عزوجل ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا
﴿سورة مریم، پارہ 16، آیت 19﴾

ترجمہ: ''(جبریل امین نے) کہا؟: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں''

ان دونوں آیات پر ہمارا ایمان ہے حقیقتاً بیٹا عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور مجازاً بیٹا عطا فرمانے کی نسبت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، ان آیات کے نور سے متمتع ہونے کی برکت سے معلوم ہوا کہ جب مُوَحِّد (مسلم) کسی چیز کی نسبت اپنی جانب یا کسی غیر کی طرف مبذول کروائے تو اس کو مجازِ عقلی کہیں گے اور ''دہریہ'' کہے تو حقیقت کہلائے گا۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ ﴿سن وصال 791ھ﴾ مطول میں ''احوال الاسناد الخبری'' کے تحت فرماتے ہیں:

''جب موحد (مسلم) سے ''اَنۡبَتَ الرَّبِیۡعُ الۡبَقۡلَ'' (موسم بہار نے سبزہ اگایا)

(ایسا کلام) صادر ہوگا تو حکم کیا جائے گا کہ یہ اسناد مجازی ہے کیونکہ موحّد کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگانا بہار کی صفت ہے جبکہ یہی بات اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر کہے گا تو اسے حقیقت کہا جائے گا، ﴿المطول، ص106﴾

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''اگر دہریہ نے کہا کہ طبیب نے مریض کو شفا دی تو یہ حقیقت ہے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر کا قائل ہی نہیں ہے۔ یہی بات اگر مومن نے کہی تو اسے مجازِ عقلی کہا جائے گا اور اس کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہوگا کہ وہ شفا کی نسبت طبیب کی طرف اس لیے کر رہا ہے کہ وہ شفا کا سبب ہے، اس لیے نسبت نہیں کر رہا کہ فی الواقع طبیب نے شفا دی ہے، شفا دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے'' مزید ارشاد فرماتے ہیں:

اس گفتگو پر غور کرنے سے مسئلہ استعانت (مدد طلب کرنے) کی حیثیت بالکل واضح ہوجاتی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء علیہم الرحمۃ سے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تو اس کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارساز حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں بر لانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ان امور کی نسبت اولیاء و انبیاء کی طرف مجاز عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد کے پورا ہونے کے لیے سبب اور وسیلہ ہیں۔

﴿عقائد و نظریات ، صفحہ 184 ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور﴾

علامۃ الدھر سیدی وسندی امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ (سن وصال 756ھ) مشہورِ زمانہ تصنیف ''**شفاء السقام**'' میں مدد طلب کرنے اور وسیلہ بنانے کو ایک ہی شے قرار دیتے ہیں جسکا ذکر علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ اسطرح فرماتے ہیں: فَاِنَّ التَّوسُّلَ وَالاسۡتِعَانَۃَ وَاِنۡ کَانَ مُخۡتَلِفَیۡنِ لَفۡظًا لٰکِنَّھُمَا مُتَّحِدَانِ مَعۡنًی

﴿من عقائد اھل السنتہ" ص 185 ، مطبوعۃ الدعوۃ الاسلامیہ﴾

ترجمہ: ''توسل اور استعانت (وسیلہ بنانا اور مدد طلب کرنا) اگرچہ الگ الگ الفاظ ہیں لیکن انکی مراد ایک ہی ہے''

مذکورہ بالا اصولِ شرعی (مدد طلب کرنا اور وسیلہ بنانا ایک ہی شے ہے) کو بیان فرمانے والے **تقی الدین والملۃ** کے متعلق محقق زمان، امت کے پیشوا، علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرتِ مبارکہ ''**انسان العیون**'' میں تحریر کرتے ہیں کہ

مِنۡ عَالِمِ الۡاُمَّۃِ وَمُقۡتَدَی الۡاَئِمَّۃِ دِیۡنًا وَّوَرُعًا تَقِیِّ الدِّیۡنِ سبۡکِیٌّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَابَعَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ مَشَائِخُ الۡاِسۡلَامِ فِیۡ عَصۡرِہٖ

یعنی ''آپ علیہ الرحمۃ اس امت کے ایسے عالم ہیں جو دین وتقویٰ میں اماموں کے امام اور اپنے زمانے کے ائمہ کرام اور مشائخِ اسلام کے **مقتدیٰ** اور پیشوا ہیں''

اس محققانہ کلام سے اس امر کی وضاحت نہایت ہی عمدہ پیرائے میں کی گئی کہ جب مسلمان اللہ والوں سے مدد طلب کرے یا ان کی ذات کو وسیلہ بنائے تو یہ دونوں فعل اس بات کو ثابت کرتے ہیں مسلمان کارسازِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو جانتا ہے اور قرآن مجید کے اس فرمان پر عمل پیرا ہے جس میں ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ

﴿سورۃ المائدہ، پارہ 6 ، آیت 35﴾

ترجمہ کنزالایمان: ''اے ایمان والو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو''

خلاصہ کلام:

گفتگو کا محور و مرکز یہی ہے کہ قرآنِ پاک سے فیض حاصل کرنے کے لئے تمام آیات پر ایمان ضروری ہے لہٰذا مزید غور وفکر کے ذریعے نورِ قرآن کو سینے میں محفوظ کرتے ہوئے،

ارشادِ باری عزوجل دیکھئے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ

﴿سورۃ الزمر، پارہ24، آیت 42﴾

ترجمہ: ''اللہ جانوں کو موت دیتا ہے (روح قبض کرتا ہے)''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ

﴿پارہ 21، سورۃ السجدہ، آیت 11﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے''

غور فرمائیں! فعل ایک ہی ہے یعنی ''موت دینا''۔۔۔۔ ایک طرف موت دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو دوسری طرف یہ بات اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے کہ **پوری کائنات میں جہاں جہاں موت واقع ہوتی ہے، ملک الموت علیہ السلام روح قبض فرماتے ہیں۔ یقیناً موت دینا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور یہاں ملک الموت علیہ اسلام کا روح قبض کرنے کا عقیدہ شرک نہیں۔**

لہٰذا کہا تو یہی جائے گا کہ ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرتے ہیں لیکن معنی مراد یہ ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام اللہ عزوجل کی عطا کردہ طاقت سے موت دیتے ہیں۔

اسی طرح کہا تو یہی جاتا ہے کہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدد کرتے ہیں لیکن مرادی معنی یہی ہوتے ہیں کہ حضورِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے مدد کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم ''شرک فی الصفات'' کی بحث میں خوبی جان چکے کہ صالحین کی خوبیوں اور اختیارات کے ضمن میں ''باذن اللہ'' کے معنی پائے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ یقیناً بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کی

مرضی ومشیت کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا مگر اللہ والے اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت اور اس کی دی ہوئی طاقت سے کیا مقام رکھتے ہیں اس کا اندازہ حدیث قدسی سے لگائیے:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِىْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَىَّ عَبْدِىْ بِشَىْءٍ اَحَبَّ اِلَىَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَلَئِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهٗ

﴿بخاری شریف جلد 2، صفحہ963، کتاب الرقاق،
باب التواضع رقم حدیث 6021، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی، میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے اس میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اسکے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں''۔

مفسر کبیر علامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ ﴿سن وصال606ھ﴾ حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَکَذَالِکَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَی الْمَقَامِ الَّذِی یَقُوْلُ اللّٰہُ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَّہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّہٗ رَاَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدًا لَّہٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّھْلِ وَالْبَعِیْدِ وَالْقَرِیْبِ

﴿تفسیر، کبیر، جلد 7، صفحہ436، سورہ کھف، آیت اَمْحَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ
مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

ترجمہ: ''اوراسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز سن لیتا ہے اور جب یہی نورِ جلال اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نورِ جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل کو آسان، دور و قریب کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے (یعنی بندۂ مومن دور سے پکار سننے اور مدد کرنے پر قادر ہو جاتا ہے)۔''

غزالیِ زمان رازیِ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حدیث قدسی کی شرح میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے مقرب بندہ کی شان میں جو کچھ لکھا ہے وہ عبد اور بشر سمجھتے ہوئے لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس طرح ان صفات عالیہ کا اس بندہ کے لیے ماننا اس کی عبدیت اور بشریت کے منافی نہیں۔ یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفاتِ خداوندی کا مظہر

ہو جائے جب اللہ تعالیٰ کی صفتِ سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کو سن لے گا، یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظل ہے، عکس ہے اور پرتو ہے، پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل توحید یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کر لے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔ **امام المفسرین امام فخر الدین رازی** علیہ الرحمۃ **فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بصر کا نور جب اس کی بصر کے صیقل شدہ آئینے میں چمکے گا تو وہ ہر نزدیک اور دور کی چیز کو دیکھ لے گا۔** جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نور کے جلوے اس کے ہاتھ، پاؤں، دل اور دماغ میں ظاہر ہوں گے تو یہ ہر مشکل کو آسان کرنے اور ہر دور و نزدیک کی چیز پر قادر ہو جائے گا۔

اب بتائیے کہ جب مشکل پر بندے کی قدرت ثابت ہو گئی تو مشکل کشا نہیں تو اور کیا ہے؟؟ مگر خوب یاد رکھیے کہ خدا کا مشکل کشا ہونا ذاتی ہے اور بندے کا مشکل کشا ہونا عطائی ہے کیوں کہ بندہ اگر کسی کی کوئی مشکل حل کرتا ہے تو اللہ کی دی ہوئی طاقت واختیار اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے''

﴿مقالات کاظمی، حصہ سوم مقالہ نمبر1، توحید و شرک، ص 11،
مطبوعہ بزم سعید جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم، ملتان﴾

پس واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ شرک کی تمام جڑوں کو کاٹنے والا ہے۔ اب بتائیے کہ جب عین توحید شرک کہلائے تو اسلام پھر کیا ہو گا۔؟؟؟

صالحین کا اختیار:

حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دور میں ایک واقعہ پیش آیا جس کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا، واقعہ کچھ یوں ہے کہ ملکہ سبا کے تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے طلب کیا تا کہ اُسے اپنے ربِّ قدوس عزوجل کی قدرتِ کاملہ کا **بیّن** ثبوت دکھائیں نیز اُس پر یہ امر بھی واضح کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو کتنی عزت اور کمال سے نوازا ہے کہ آپ کے غلاموں میں بھی ایسے باکمال لوگ موجود ہیں۔

چنانچہ مفسرین ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ بھاری بھرکم تخت اسّی (80) گز لمبا چالیس گز چوڑا سونے چاندی اور جواہرات سے مرصّع دو ماہ کی مسافت پر تھا اس قدر سخت پہرے میں رکھا گیا کہ مفسرین علیھم الرحمۃ لکھتے ہیں سات کمروں کے سات تالوں میں مقفل تھا اور اس پر پہرادار مقرر کئے گئے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا:

اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِھَا ﴿سورۃ النمل، پارہ 19، آیت 38﴾

ترجمہ: ''تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے''

اس وقت دربار میں موجود ولیٔ کامل حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ﴿سورۃ النمل، پارہ 19، آیت 40﴾

ترجمہ: ''اس (آصف بن برخیا) نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں حاضر کردوں گا پلک جھپکنے سے پہلے''

آپ علیہ السلام نے فرمایا ''لے آؤ۔'' حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی تخت سامنے حاضر کردیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ السلام نے اہل دربار سے مدد طلب کیوں کی؟ حالانکہ انبیاء علیھم السلام بڑے مرتبے پر فائز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے دور کے فاصلے ان کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ **حضرات انبیاء علیہم السلام تو یہ درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اگر اُن کا امتی اُن کے دامن سے وابستہ ہوجائے اور معرفت الٰہی** عزوجل **پالے تو اس کا مرتبہ و مقام عام بشر کی طاقت سے بلند و بالا ہوجاتا ہے**

اور جب یہ شان ہوگی خدمت گاروں کی تو سردار کا عالم کیا ہوگا؟

اہم ترین سوال یہ ہے کہ آناً فاناً اتنے بڑے تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے حضرت آصف بن برخیا نے کیسے حاضر کردیا؟ جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں موجود جنات بھی اتنی جلدی تخت لانے سے عاجز تھے جس کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا۔

اولیاء علیھم الرحمۃ اور لفظ کن:

اس مشکل کو بڑے محققانہ انداز میں حضرت علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:

وَقَالَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ قُدِّسَ سِرُّہٗ اَنَّ آصف تَصَرَّفَ فِیْ عَیْنِ الْعَرْشِ فَاَعْدَمَہٗ فِیْ مَوْضِعِہٖ وَاَوْجَدَہٗ عِنْدَ سُلَیْمَانَ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُ اَحَدٌم بِذٰلِکَ اِلَّا مَنْ عَرَفَ الْخَلْقَ الْجَدِیْدَ الْحَاصِلَ فِیْ کُلِّ آنٍ وَّکَانَ زَمَانُ وُجُوْدِہٖ عِنْدَ زَمَانِ عَدْمِہٖ وَکُلٌّ مِّنْھُمَا فِیْ آنٍ وَکَانَ عَیْنُ قَوْلِ آصف عَیْنَ الْفِعْلِ فِی الزَّمَانِ فَاَنَّ الْقَوْلَ مِنَ الْکَامِلِ بِمَنْزِلَۃِ کُنْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی

﴿تفسیر روح المعانی، جلد 10 صفحہ 262﴾

ترجمہ: ''شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا: حضرت آصف بن برخیا نے تخت بلقیس میں تصرف کیا، اسے اس کی جگہ معدوم (غائب) کیا اور اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اسے موجود کیا کہ کسی کو اس کا احساس نہ ہوسکا سوائے اس کے جو ہر آن میں حاصل ہونے والی جدید تخلیق کو جانتا تھا اس کے وجود کا

بعینہ وہی زمانہ تھا جو اس کے عدم کا زمانہ تھا اور ان میں سے ہر ایک۔۔۔۔ایک آن میں تھا، حضرت آصف کا قول اور فعل زمانے کے اعتبار سے ایک ہی تھا۔

اس لیے کہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے ''کن'' کے منزلہ میں ہے۔''

یعنی کاملین اللہ عزوجل کی طاقت ''کن'' (ہوجا) کہیں تو کام ہوجاتا ہے جیسا کہ قرآنی واقعہ سے ثابت ہے، اولیاء اللہ جن غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں جب ان کے مدد فرمانے کے واقعات سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور نظر آتا ہے اور ذہنوں میں فرمانِ ربانی عزوجل نور کی شکل میں نقش ہوجاتا ہے اور زبان سے یہ ادا ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿سورۃ البقرۃ، پارہ 1، آیت 20﴾

ترجمہ کنزالایمان: ''بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔''

سبحان اللہ! خالق ارض وسماء کی قدرت اس کے پیاروں کے اختیارات کی روشنی میں ظہور پذیر ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

اَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿سورۃ الحدید، پارہ 27 آیت 29﴾

ترجمہ: ''بے شک سارا فضل اللہ عزوجل کے دستِ قدرت میں ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ عزوجل بڑے فضل والا ہے۔''

اللّٰہ اکبر! میرے رب عزوجل کے فضل اور اس کی عطا سے کاملین کی طاقت ایمان کی پختگی کا باعث ہے۔

مزید ارشاد ہے:

وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا

﴿سورۃ بنی اسرائیل، پارہ 15، آیت 20﴾

ترجمہ: ''آپ کے رب عزوجل کی بخششیں کسی سے رکی ہوئی نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت، فضل وعطاء کو کبھی اپنی ناقص عقل پر نہ تولیں اور شیطان کو کامیاب ہونے سے ہمیشہ کے لیے مایوس کردیں، اگر ایسا نہ ہوا تو سراسر خسارہ ہی خسارہ ہوگا، اللہ عزوجل کی عطاء و بخشش کو محدود نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ولایت کا تاج عطا کیا یا اپنا خلیفہ بنا کر نبوت سے مشرف فرمایا اب ان پیاروں کے اختیارات صرف ظاہری زندگی تک محدود کردیئے ہوں، ایسا قطعاً نہیں!!

شیطانی مشورہ:

شیطان انتہائی مکاری سے اللہ عزوجل کے فضل وعطاء کو محدود ماننے کا مشورہ پیش کرتا ہے کہ انبیاء وصالحین کو بعد از وفات مدد کے لیے پکارا جائے تو شرک لازم آئے گا چنانچہ شیطان اپنے اس مشورہ کو قرآن پاک کی آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ذریعے ذہنوں میں منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ واضح رہے کہ شیطان مشورہ دینے میں کنجوسی نہیں کرتا **اس بدبخت نے خارجیوں کو مشورے پیش کرتے ہوئے خود ساختہ توحید کا ایسا غلبہ کردیا کہ انہوں نے صحابہ** علیہم الرضوان **کو مشرک قرار دیا** (معاذ اللہ!)

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ بد بخت شیطان کو بے نقاب کردیں تاکہ وسعتِ نظری رکھنے والا۔۔۔۔۔۔۔۔حق کا متلاشی۔۔۔۔۔۔۔۔تعصب سے متنفر۔۔۔۔۔۔۔۔انصاف پسند حق و سچ کی طرف بلاتردد مائل ہوسکے۔

خود ساختہ توحید:

شیطان نے خودساختہ توحید کی بنیاد زندہ، مردہ، قریب اور بعید پر قائم کی اور اپنے آلہ کار خوارج کے طریقے کے مطابق قرآن پاک سے دلیل پیش کی کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنی ''ہم تیری ہی عبادت کریں اور تجھ ہی سے مدد طلب کریں''۔

اس آیت سے شیطان نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ زندہ سے مدد طلب کی جائے تو جائز اور وفات شدہ سے مدد طلب کریں تو شرک، اسی طرح قریب والے سے مدد طلب کریں تو جائز اور دور سے مدد طلب کریں تو شرک ہوگا اسی طرح امورِ عادیہ میں مدد طلب کریں تو جائز اور امورِ غیر عادیہ میں شرک ہوگا۔

جدید اصطلاح:

شیطان مشورہ پیش کرتا ہے کہ امورِ عادیہ یعنی عام طور پر جو کام کسی کے بس اور اختیار میں ہوتے ہیں، ایسے امور میں مدد طلب کرنا اور فائدے کی امید رکھنا شرک نہیں۔

مثلاً ڈاکٹر سے دوا طلب کرنا یہ شفا کا ذریعہ ہے اور امورِ عادیہ میں داخل ہے لہٰذا ایسی امداد قطعاً شرک نہیں وغیرہ البتہ امورِ غیر عادیہ میں مدد طلب کرنا یا فائدے کی امید رکھنا شرک ہے۔

پیارے بھائیو! **قرآن و حدیث سے یہی مستفاد ہے کہ امورِ عادیہ ہوں یا غیر عادیہ مدد طلب کرتے وقت عقیدے کا اعتبار ہے۔** یعنی جس سے فائدے کی امید رکھی گئی ہے چاہے وہ چھوٹے سے چھوٹے کام میں ہو یا بڑے سے بڑے کام میں ہو، زندہ ہو یا وفات شدہ، قریب ہو یا بعید، **اگر خدا، الٰہ اور معبود سمجھا تو شرک۔۔۔ اگر ایسا نہیں تو پھر شرک بھی نہیں۔**

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تختِ بلقیس کو درباریوں سے طلب کیا حالانکہ وہ بھاری تخت سینکڑوں میل کی مسافت پر تھا۔۔۔ آپ علیہ السلام کا تخت طلب کرنا امورِ عادیہ سے تو ہو نہیں سکتا، یقیناً یہ امورِ غیر عادیہ میں مدد طلب کی گئی ہے۔ شیطانی جدید اصطلاح کے پیشِ نظر حضرت سلیمان علیہ السلام

کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے گی؟؟؟۔۔۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کُرتے کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا سبب قرار دیا ﴿سورۃ یوسف آیت نمبر ۹۳﴾ عادتاً کُرتا بینائی کا سبب نہیں ہوتا اگر کرتے کو بینائی کا سبب قرار دیں تو لازم آئے گا کہ ہر ایک کا کرتا بینائی عطا کر دے حالانکہ ایسا نہیں اسی طرح حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جنت کا سوال کرتے ہیں حالانکہ جنت کا دینا کسی کے بس اور اختیار میں نہیں اگر یہ سوال شرک تھا تو رسول اللہ ﷺ جلال اور غضب کی حالت میں صحابی کو فرما دیتے کہ یہ امورِ غیر عادیہ ہیں خبردار کبھی اس قسم کا سوال نہ کرنا بلکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے مزید کرم فرمایا ﴿تفصیل کے لیے صفحہ نمبر 100 ملاحظہ کریں﴾

خود ساختہ توحید کا وبال:

شیطانی قانون (Law) کے تحت زندہ کو سجدہ کرے تو جائز ہونا چاہئے اور مردہ کو سجدہ کرے تو شرک (استغفر اللہ)۔

اسی طرح زندہ کے نام پر جانور ذبح کرے تو جائز، مردہ کے نام پر ذبح کرے تو شرک (معاذ اللہ!!)، نیز قریب والے کے لیے نماز پڑھے تو جائز۔۔۔ بعید کے لیے پڑھے تو شرک (الامان! الامان!!)

دیکھئے!! شیطان کی خودساختہ توحید (جو کہ زندہ، مردہ، قریب اور بعید کے فرق پر موقوف ہے) کس طرح شرک کے دلدل میں پھنسا دیتی ہے کہ اس نے میت اور بعید سے استعانت کو شرک کہہ کر کروڑوں زندہ اور قریب والے افراد کو خدا کا شریک بنا دیا۔

مزید یہ کہ اگر دور سے پکارنا ہی شرک ہو تو کیا کسی بت کو قریب سے پکارنا شرک نہیں ہوگا؟؟ اسی طرح جو زندہ فرعون کو الٰہ سمجھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو کر پکارتے تھے، یقیناً وہ بھی مشرک ہی تھے اگرچہ فرعون زندہ اور قریب تھا۔

معلوم یہ ہوا کہ شرک کا تعلق عقیدہ سے ہے کہ وہ جس کو پکار رہا ہے اس کو الہٰ، معبود اور خدا، یقین کرتا ہے تو شرک ہے خواہ دور سے ہو یا نزدیک سے، زندہ ہو یا مردہ، قرآن پاک نے بار بار اس کی تصریح کی ہے۔۔۔۔۔

لَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَر

یعنی ''کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا سمجھ کر مت پکارو'' ﴿سورۃ القصص آیت ۸۸﴾

جہاں تک تعلق اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا ہے اس کی مذکورہ تفسیر (زندہ، مردہ، قریب اور بعید پر موقوف) قرآن پاک میں معنوی تحریف کے مترادف ہے۔

حدیث پاک میں ہے :

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّار

﴿جامع ترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ رقم حدیث 2875﴾

یعنی جس نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے تفسیر کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہئے، چاہے وہ امورِ عادیہ سے ہوں یا غیر عادیہ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حقیقی مددگار (الہٰ اور خدا) سمجھ کر اس سے مدد طلب کرنا صریح شرک ہے۔

ہاں اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندے کو غیر مستقل سمجھتے ہوئے محض واسطہ رحمتِ الٰہی عزوجل جان کر اس سے مدد طلب کرنا ہرگز شرک نہیں بلکہ جائز ہے اس لیے کہ یہ استعانت (مدد طلب کرنا) درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

قارئین کرام!! دراصل شیطان کے اصول قرآن وحدیث سے متصادم ہوتے ہیں چنانچہ الحمد تا والناس، بخاری ومسلم اور تمام کتب احادیث میں کہیں یہ اصول مذکورہ نہیں کہ زندہ سے مدد طلب کی جائے تو جائز اور فوت شدہ سے شرک۔۔۔۔

اسی طرح قرآن پاک اور احادیث، صحابہ اور بزرگان دین کے اقوال میں یہ تحریر نہیں کہ صالحین کے پردہ کرنے کے بعد مدد فرمانے کی طاقت وقوت زوال پذیر ہو جاتی ہے، بزرگان دین اور صحابہ علیھم الرضوان بعد از وصال مدد فرمانے کو جائز قرار دیتے تھے جس کا واضح ثبوت ان کے عقائد ونظریات سے ظاہر ہے جو ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

صحابہ علیھم الرضوان کا عقیدہ:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب نے سر اٹھایا، اس کے ساتھ 60 ہزار فوجی تھے، اس جنگ یمامہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی، ایک موڑ آیا کہ مسلمان سخت مشکل میں مبتلا ہوئے، اس پریشانی میں مسلمانوں کے سپہ سالار جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو مدد کے لیے پکارا:

کَانَ شِعَارُھُمْ یَوْمَئِذٍ یَا مُحَمَّدَاہُ ﴿البدایہ و النھایہ، جلد 6، صفحہ 24﴾

یعنی: ''اس دن مسلمانوں کا شعار حضور ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا تھا۔''

سبحان اللہ عزوجل! صحابہ علیھم الرضوان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ باذنِ اللہ مددگار ہیں صحابہ علیھم الرضوان کی عقیدت ومحبت ہی تو معیارِ ایمان ہے، صحابہ علیھم الرضوان کے نزدیک ذاتِ رسالت مآب ﷺ کا مرتبہ ومقام بلند وبالا ہے، صحابہ علیھم الرضوان تو محبوب ﷺ سے نسبت رکھنے والے موئے مبارک شریف کو مشکل کشا جانتے ہوئے حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے در پر حاضر ہوتے اور بیماری سے شفا پاتے، واضح رہے کہ کسی کے بال عادتاً شفایابی کا ذریعہ نہیں ہوتے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان **کا عمل:**

صحابہ کرام علیہم الرضوان سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درِانور پر موئے مبارک شریف کی نسبت سے سوالی بن کر مشکلات سے نجات کے لیے حاضر ہوتے اور بیماری سے شفا پاتے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَوْھَبٍ قَالَ اَرْ سَلَنِیْ اَھْلِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَۃَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ وَّکَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَیْنٌ اَوْ شَیْءٌ بَعَثَ اَلَیْھَا مِخْضَبَۃً فَاَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ تُمْسِکُہٗ فِیْ جُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّۃٍ فَخَضْخَضَتْہُ لَہٗ فَشَرِبَ

﴿مشکوۃ شریف، صفحہ 390، اسی کے مثل الفاظ بخاری کتاب اللباس رقم: ۵۴۴۶ میں ہیں﴾

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہے کہ مجھے میرے گھر والوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا اور لوگوں کی عادت تھی کہ جب کسی شخص کی آنکھ میں یا کسی اور جگہ زخم پہنچتا تو آپ کے پاس پیالہ دے کر بھیجتے پس ام المؤمنین، حضور ﷺ کے موئے مبارک نکالتیں جنہیں وہ گھنٹی کی شکل کی ایک چاندی کی نلکی میں رکھا کرتی تھیں پس وہ اس نلکی کو پانی میں ڈال کر نکالتیں پس وہ شخص اس پانی کو پیتا۔[1]

---

[1] حضور ﷺ کے موئے مبارک کا معجزہ، جس کا مشاہدہ راقم الحرف کو ہوا۔۔۔۔۔۔12 ربیع الاوّل شریف کو کسی کے گھر جانے کا اتفاق ہوا انہوں نے اپنے گھر سے کسی کو دو یا تین موئے مبارک عطا کئے تھے۔ واللہ (خدا کی قسم) جب چند سال گزرے ان موئے مبارک کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

سیّدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ، میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

مبارک زمانہ اور پاکیزہ سوچ:

وَعَنْ اَبِی الْجَوَازَاءِ قَالَ قُحِطَ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ قَحْطًا شَدِیْدًا فَشَکَوْا اِلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فَقَالَتْ انْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا کُوًی اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰی نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰی تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّیَ عَامَ الْفَتْحِ

﴿مشکوۃ ص 545﴾

ترجمہ: ''حضرت ابو جوازاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑ گیا، لوگوں نے ام المؤمنین حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارکہ کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی جانب سوراخ کر دو یہاں تک کہ قبرِ اطہر اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے پس انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس زور کی بارش ہوئی کہ خوب سبزہ پیدا ہوا اور اونٹ فربہ ہو گئے اور ان کی چربی پھٹی جاتی تھی اور اس سال کو لوگ خوشحالی کا سال کہنے لگے۔'' ﴿توضیح البیان﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صحابہ اور تابعین کو مشکل سے نجات کے لیے قبرِ انور کا راستہ دکھایا جسے صحابہ اور تابعین نے قبول فرما کر اپنے عقائد و نظریات کا ثبوت پیش کر دیا۔

وہ کتنا مبارک زمانہ تھا۔۔۔ کیسی پاکیزہ فکریں تھیں کہ محبوب کریم ﷺ کے فیوض و برکات کو محدود نہیں سمجھا جاتا تھا، پروردگار عزوجل کا فضل ایسے عقائد کے حاملین، پاکیزہ سوچ رکھنے والوں پر ہوا کہ انہوں نے اس سال کا نام ہی خوشحالی کا سال رکھا، آج بھی فضل مولیٰ عزوجل کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اپنی فکر و سوچ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بزرگانِ دین کے نظریات پر ڈھال لینا انتہائی ضروری ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فلاح یاب اس گروہ کو قرار دیا جو آپ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے پر گامزن ہوگا۔

جنتی گروہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تفرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَّ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ

﴿ترمذی، کِتَابُ الْاِیْمَانِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رقم حدیث ۲۵۶۵﴾

ترجمہ: ''بے شک بنی اسرائیل کے بہتر ﴿72﴾ فرقے ہوگئے تھے اور میری امت کے تہتر ﴿73﴾ فرقے ہوجائیں گے جن میں سے بہتر ﴿72﴾ فرقے دوزخی ہونگے اور ایک گروہ جنتی ہوگا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک یعنی جنتی گروہ کون سا ہوگا؟ فرمایا جنتی گروہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔''

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ:

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فیض پانے والے ہمارے پیشوا اور سردار سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض گزار ہوتے ہیں:

☆ یَا مَالِکِیْ کُنْ شَافِعِیْ فِیْ فَاقَتِیْ
اِنِّیْ فَقِیْرٌ فِی الْوَرٰی لِغِنَاکَ

ترجمہ: ''اے میرے مالک! آپ ﷺ میری حاجت میں میرے شفیع ہوں
میں تمام مخلوق میں آپ ﷺ کے غنا کا فقیر ہوں''

☆ یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرٰی
جُدْلِیْ بِجُوْدِکَ وَارْضِنِیْ بِرِضَاکَ

ترجمہ: ''اے جن وانس سے زیادہ کریم ﷺ! اے مخلوق کے خزانے!
مجھ پر احسان فرمایئے اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرمادیں''

☆ اَنَا طَامِعٌ م بِالْجُوْدِ مِنْکَ وَلَمْ یَکُنْ
لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْاَنَامِ سِوَاکَ

ترجمہ: ''میں آپ کی بخشش کا امیدوار ہوں
اور آپ کے سوا مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی نہیں۔''

﴿قصیدئہ نعمانیہ، ص ۲۰۰﴾

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظریات:

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات تعریف کی محتاج نہیں، کئی محدثین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں جنہوں نے آپ کی نور بصیرت پر اعتماد کیا اور قرآن وحدیث سے جو مسائل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستنبط فرمائے، انہی پر ان کا عمل رہا۔

امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نور الابصار میں تحریر فرماتے ہیں کہ

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال کی عمر میں فنِ حدیث کی سب سے پہلی کتاب مؤطا امام مالک حفظ فرمالی جس میں ایک ہزار سات سو بتیس (1732) احادیث طیبہ ہیں۔

امام شافعی کے جنازے میں شریک ہونے والے مردِ صالح کا بیان ہے کہ جب جنازہ پڑھا جا چکا تو غیب سے ندا آئی! اِنَّ اللّٰہَ غَفَرَ لِکُلِّ مَنْ صَلّٰی عَلَی الشَّافِعِیِّ بِالشَّافِعِیِّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کے صدقے جنازہ میں شامل ہونے والوں کو بخش دیا۔''
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کوئی مشکل درپیش ہوتی تو امام اعظم کے مزار مبارک پر حاضری دیتے، مزید یہ کہ امام شافعی فرماتے ہیں:

قَبْرُ الْاِمَامِ مُوْسیٰ تِرْیَاقٌ مُجَرَّبٌ لِاِجَابَةِ الدُّعَاءِ ﴿حاشیہ مشکوۃ﴾

یعنی: ''امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دعا کی قبولیت کے لیے تریاقِ مجرّب ہے''[1]
سبحان اللہ عزوجل !! اللہ عزوجل کے مقبولین سے التجا کرنا، سوال کرنا، انہیں وسیلہ بنانا اور انسیت رکھنا، صراط مستقیم پر گامزن پیشواؤں کا طریقہ ہے۔

امام الحدیث کا عقیدہ:

حدیث کے امام ابن حبان رضی اللہ عنہ ﴿سن وصال 354ھ﴾ فرماتے ہیں:
''جب میں فکر و تشویش میں مبتلا ہو جاتا اور مشکلات و پریشانیاں مجھے گھیر لیتی

فَزُرْتُ قَبْرَ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا صَلَوَاتُ اللهِ عَلٰی جَدِّهٖ وَعَلَيْهِ

یعنی: میں امام علی بن موسیٰ رضا کے مزار پر حاضر ہوتا (سبحان اللہ! وقت کے امام الحدیث مشکلات سے نجات کے لیے صالحین سے وابستگی کا درس دے رہے ہیں چنانچہ) فرماتے ہیں۔

هٰذَا شَیْءٌ جَرَّبْتُهٗ مِرَارًا فَوَجَدْتُهٗ كَذَالِكَ ﴿ملاحظہ: کتاب الثقات﴾

یعنی: یہ بات آزمودہ ہے کہ میری مشکلات امام علی رضا کے مزار پر حاضر ہونے کی برکت سے دور ہوئیں۔''

---

[1] اللہ تعالیٰ ہم سب کو بغداد معلّٰی کی حاضری نصیب فرمائے۔ اے کاش! قبلہ اول بیت المقدس اور بغداد شریف غیروں سے آزاد ہو جائے۔ بغداد شریف میں ایک جِسر (پل) کا نام جِسْرُ الْاِمَامَیْن ہے ایک طرف سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری طرف امام کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

فیضانِ مزارِ امام بخاری علیہ الرحمۃ:

شارح بخاری علامہ احمد قسطلانی، ارشاد الساری میں نقل فرماتے ہیں:

فَاَتٰی رَجُلٌ صَالِحٌ مَّعْرُوْفٌ بِالصَّلَاحِ اِلٰی قَاضِیْ
سَمَرْ قَنْدَ قَالَ لَهٗ اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ رُؤْیًا اَعْرِضُهٗ عَلَيْكَ
قَالَ وَمَا هُوَ، اَرٰی اَنْ تَخْرُجَ وَتَخْرُجَ النَّاسُ مَعَكَ
اِلٰی قَبْرِ الْاِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِیِ

یعنی: ایک نیک شخص سمرقند کے قاضی کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ آپ لوگوں سمیت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے مزار کی طرف رواں دواں ہیں۔''

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں:
''قاضی نے جب یہ خواب سنا تو کہا نِعْمَ مَا رَأَیْت یعنی تو نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ (اس زمانے کے قاضی اور لوگ دین سے زیادہ قریب ہونے کی بناء پر صحیح عقائد اور پاکیزہ سوچ کے مالک تھے) چنانچہ قاضی کے ساتھ وہاں کے لوگوں نے امام بخاری علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری دی اور اس عمل کی بناء پر سات دن بارش ہوئی اور قحط سالی سے نجات حاصل ہوئی۔''

عنایتِ مصطفیٰ ﷺ:

فتح الباری شرح بخاری کے مصنف **شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی** رحمۃ اللہ علیہ **تہذیب التہذیب** میں لکھتے ہیں:

قَالَ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ النَّيْسَا بُوْرِیُّ حَضَرَ فِیْ جَنَازَةِ
يَحْيٰی بْنِ يَحْيٰی مِائَةُ اَلْفِ اِنْسَانٍ وَقَالَ الْحَاكِمُ

سَمِعۡتُ اَبَا عَلِیَّ النَّیۡسَا بُوۡرِیَّ یَقُوۡلُ کُنۡتُ فِیۡ غَمٍّ شَدِیۡدٍ فَرَاَیۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فِی الۡمَنَامِ کَاَنَّہٗ یَقُوۡلُ لِیۡ سِرۡ اِلٰی قَبۡرِ یَحۡیٰی بۡنِ یَحۡیٰی وَاسۡتَغۡفِرۡ وَسَلۡ تُغۡنَ حَاجَتُکَ فَاَصۡبَحۡتُ فَعَلۡتُ ذٰلِکَ قُضِیَتۡ حَاجَتِیۡ

یعنی: ''حضرت بشر بن حکیم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جنازے میں ایک لاکھ افراد شامل تھے حضرت حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک سخت ترین پریشانی میں مبتلا ہوا تو محبوب کریم ﷺ کا خواب میں جلوہ دیکھا گویا کہ محبوب کریم ﷺ کا ارشاد عالیشان یہ تھا کہ یحییٰ ابن یحییٰ کی قبر پر جاؤ اور استغفار کرو اور سوال کرو تمہاری حاجت پوری کی جائیگی پس صبح میں نے حضرت یحییٰ ابن یحییٰ رضی اللہ عنہما کے مزار پر حاضری دی اور اس کی برکت سے میری مشکل آسان ہوگئی۔''

اس روایت کو تحریر فرمانے والے بزرگ کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فنائی الرسول کا درجہ رکھتے ہیں، ان کی تفسیر جلالین درس نظامی (عالم کورس) کے نصاب میں شامل ہے، دو لاکھ حدیثیں آپ کو یاد تھی، آپ جب آبِ زم زم پیتے تو حدیث پاک کے فہم کے لیے ابن حجر علیہ الرحمۃ کی مثل ہونے کی دُعا فرماتے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ صالحین جب دنیا سے رخصت ہو رہے ہوتے ہیں تو انہیں اس اعزاز سے نوازا جاتا ہے:

اِرۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ﴿سورۃ الفجر، پارہ 30، آیت ۲۸﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''اپنے رب کی طرف واپس ہو، یوں کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی''

گویا یہ کہا جاتا ہے کہ عارضی اور فانی دنیا (پردیس) سے ہمیشہ کی قیام گاہ (اپنے دیس) کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ رضائے خداوندی کا تو حق دار ہو چکا ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ جب رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً کا مژدہ پانے سے قبل پردیس میں رہتے ہوئے اپنے عقیدت مندوں کی دور سے پکار کو بعطائے پروردگار سن کر باذن اللہ اپنا دستِ با کرامت دُعا کے لیے اٹھادیا کرتے تھے، اب تو اپنے دیس میں رب عزوجل کے قربِ خاص میں رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً کا مرتبہ اور مقام پانے کے بعد کیونکر اپنے عقیدت مندوں کو رد کر دیں گے۔۔۔۔۔؟؟

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿سورۃ البقرۃ، پارہ 2، آیت 154﴾

ترجمۂ کنز الایمان: ''اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔۔۔۔۔ہاں تمھیں خبر نہیں۔''

قارئین کرام!! ایک جہاد میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابل ہوتا ہے اس مبارک جہاد میں شامل خوش بخت تلوار وغیرہ کی زد کے ذریعے جب جامِ شہادت نوش کرے تو اسے زندہ کہا جائے گا جبکہ ایک مجاہد وہ ہے جس خوش نصیب کے بارے میں حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلۡمُجَاھِدُ مَنۡ جَاھَدَ نَفۡسَہ

''مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

واضح رہے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ ﴿سورۃ یوسف، پارہ 13، آیت 53﴾

ترجمۂ کنز الایمان: ''بے شک نفس بُرائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔''

یہ کتنا عظیم مجاہد ہے جو ہر وقت جہاد میں مصروف ۔۔۔۔نفس وشیطان کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ذات کو برائیوں سے بچا کر تقوٰی اور پرہیز گاری اختیار کرتے ہوئے فضلِ مولا عزوجل سے **فنافی اللہ کا درجہ پانے کے بعد بالآخر عشق الٰہی** عزوجل **کی تلوار کے سائے میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اس پیارے مجاہد کی حیات میں کیا تردد ہوسکتا ہے ؟؟**

مفسرین کے عقائد و نظریات:

★ **صاحب تفسیر مظہری** حیات الصالحین کے ثبوت کے بعد مزید تحریر فرماتے ہیں:

وَقَدْتَوَاتَرَ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ اِنَّهُمْ يَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَائَهُمْ

یعنی: ''ہزاروں واقعات عظمتِ اولیاء کے ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین اپنے چاہنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔''

★ عالم اسلام کی معروف ترین **تفسیر کبیر** میں ہے۔

اَوْلِيَاءُ اللهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يَّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ

یعنی: ''اللہ عزوجل کے ولی مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔''

اللہ عزوجل کا کرم اور اس کی رحمت ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حقائق اس طور پر ظاہر فرما دیتا ہے جس سے ایمان کو تقویت اور عقیدے کو مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔

★ **روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی** علیہ الرحمۃ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً کے تحت ایمان افروز کلام تحریر فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِى التَّوَقُّفُ فِىْ اَنَّ اللهَ قَدْ يُكَرِّمُ مَنْ شَاءَ مِنْ اَوْلِيَاءِهٖ بَعْدَ الْمَوْتِ كَمَا يُكَرِّمُهٗ قَبْلَهٗ بِمَا شَاءَ فَيُبْرِئُ

سُبْحَانَهُ الْمَرِيْضَ وَيَنْقَذُ الْغَرِيْقَ وَيَنْصُرُ عَلَى الْعَدُوِّ وَيَنْزِلُ الْغَيْثَ وَكَيْتَ وَ كَيْتَ كَرَامَةً لَّهٗ

﴿تفسیر روح المعانی، ج ۳۰، ص ۲۵﴾

یعنی: ''اس امر میں توقف وتردد کی کوئی گنجائش نہیں ہے اللہ رب العزت اپنے اولیاء کو وصال کے بعد بھی کرامتوں سے نوازتا ہے جیسا کہ حالتِ حیات میں۔ پس کبھی مریض کو ان کے ہاتھ پر بطور کرامت شفا بخشتا ہے کبھی کسی کو غرق ہونے سے بچاتا ہے، کبھی دشمنوں پر غلبہ دیتا ہے تو کبھی ان کے عرض کرنے پر بارش برساتا ہے وغیرہ وغیرہ''

قبر سے کستوری کی خوشبو:

قطبِ زماں سید ابو عبداللہ محمد بن سلیمان حسنی جزولی رحمۃ اللہ علیہ 807ھ میں سوس اقصی (مراکش) میں پیدا ہوئے، آپ حسنی سادات میں سے تھے، کچھ عرصے وطن میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد فاس چلے گئے اور مدرسۃ الصفارین میں داخل ہو گئے حضرت علامہ محمد مہدی فاسی رحمۃ اللہ علیہ ﴿سن وصال 1052ھ﴾ نے آپ کے تفصیلی حالات تحریر فرمائے جن میں سے چند نکات پیش خدمت ہیں:

صَاحِبُ دَلَائِلِ الْخَيْرَاتِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ، دَخَلَ الْخَلْوَةَ لِلْعِبَادَةِ نَحْوَ اَرْبَعَةَ عَشَرَ عَامًا، ثُمَّ خَرَجَ لِلْانْتِفَاعِ بِه، فَاَخَذَ فِىْ تَرْبِيَةِ الْمُرِيْدِيْنَ، وَتَابَ عَلٰى يَدِهٖ خَلْقٌ كَثِيْرٌ، وَانْتَشَرَ ذِكْرُه فِى الْآفَاقِ، وَظَهَرَتْ لَه خَوَارِقُ الْعَظِيْمَةِ وَمِنْ كَرَامَاتِهٖ رَضِىَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُ اَنَّه بَعْدَ وَفَاتِه بِسَبْعٍ وَّ سَبْعِيْنَ سَنَةً نَقَلُوْهُ مِنْ قَبْرِه فِىْ بِلَادِ السُّوْسِ اِلٰى مَرَاكِشَ، فَوَجَدُوْهُ كَهَيْئَةِ يَوْمِ دَفْنٍ وَلَمْ يُغَيِّرْ طُوْلُ الزَّمَانِ مِنْ اَحْوَالِه شَيْئًا وَاَثَرُ

الْحَلْقِ مِنْ شَعْرِ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ ظَاهِرٌ كَحَالِهٖ يَوْمَ مَوْتِهٖ، اِذْ كَانَ قَرِيْبَ عَهْدٍ م بِالْحَلْقِ وَوَضَعَ بَعْضُ الْحَاضِرِيْنَ اُصْبَعَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ حَاسِرًا م بِهَا، فَحَسَرَ الدَّمُ عَمَّا تَحْتَهَا، فَلَمَّا رَفَعَ اِصْبَعَهٗ رَجَعَ الدَّمُ، كَمَا يَقَعُ ذَالِكَ فِي الْحَيِّ وَقَبْرُهٗ بِمَرَاكِشَ عَلَيْهِ جَلَالَةٌ عَظِيْمَةٌ وَالنَّاسُ يَزْدَحِمُوْنَ عَلَيْهِ وَيُكْثِرُوْنَ مِنْ قِرَائَةِ دَلَائِلِ الْخَيْرَاتِ عِنْدَهٗ وَثَبَتَ اَنَّ رَائِحَةَ الْمِسْكِ تُوْجَدُ مِنْ قَبْرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ صَلٰوتِهٖ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

یعنی: ’’مصنف دلائل الخیرات رضی اللہ عنہ چودہ سال تک خلوت نشینی اختیار کر کے عبادت وریاضت اور منازل سلوک طے کرنے میں مصرف رہے، پھر خلق خدا کی رہنمائی اور مریدین کی تربیت کا کام شروع کیا، بے شمار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی، آپ کا چرچا دوردراز تک پہنچا، حیرت انگیز خوارق اور بڑی بڑی کرامات ظاہر ہوئی اور ان کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے وصال کے (77) سال بعد آپ کے جسدِ خاکی کو سوس سے مراکش منتقل کیا گیا تو آپ کو ایسے ہی پایا گیا گویا کہ آج ہی دفن کیے گئے ہوں اور طویل عرصہ گزرجانے کے باوجود اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی، وصال سے پہلے آپ نے حجامت بنوائی تھی اس کا اثر بدستور موجود تھا۔

ایک شخص نے آپ کے چہرے پر انگلی رکھی تو اس کی حیرت کی انتہاء نہ رہی، اس جگہ سے خون ہٹ گیا اور جب انگلی اٹھائی تو پھر اپنی جگہ لوٹ آیا جیسے کہ زندوں میں ہوتا ہے۔

مراکش میں آپ کے مزار اقدس پر عظیم ہیبت وجلالت پائی جاتی ہے، لوگ بڑی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں اور دلائل الخیرات پڑھتے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بکثرت درود وسلام پیش کرنے کی برکت سے آپ کی قبر انور سے کستوری کی خوشبو آتی ہے‘‘

آپ کی شہرۂ آفاق کتاب دلائل الخیرات کا پورا نام دَلَائِلُ الْخَيْرَاتِ وَشَوَارِقُ الْاَنْوَارِ فِيْ ذِكْرِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ ہے۔

حضرت علامہ محمد مہدی الفاسی علیہ الرحمۃ ﴿سن وصال:۱۰۵۲ھ﴾ **مطالع المسرات** میں لکھتے ہیں:

’’یہ کتاب حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام پر مشتمل ہے اور اٰيَةٌ مِّنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ ﴿اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی﴾ ہے مشرق ومغرب اور خاص طور پر روم کے شہروں میں باقاعدگی سے پڑھی جاتی ہے۔‘‘

آپ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں جس عقیدت اور محبت سے درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں ان کے چند نظائر یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْمَوْصُوْفِ بِالْكَرَمِ وَالْجُوْدِ

ترجمہ: اے اللہ اس ذات اقدس پر رحمت نازل فرما جو جود وکرم سے متصف ہیں؛

سَيِّدُنَا كَاشِفُ الْكُرَبِ

ترجمہ: ہمارے آقا ﷺ مشکلات کو حل فرمانے والے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى كَاشِفِ الْغُمَّةِ

ترجمہ: اے اللہ درود بھیج! غم کے دور کرنے والے پر

واضح رہے کہ صاحب دلائل الخیرات اپنے پیرومرشد شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔۔۔۔۔۔درود وسلام کی کثرت اور صالحین سے الفت اور محبت رکھنے والوں پر خصوصی کرم ہوتا ہے **حضور ﷺ کو بعطائے پروردگار مشکل کشا جاننے والے صاحب دلائل الخیرات سیّدی محمد بن سلیمان جزولی** رحمۃ اللہ علیہ 16 ربیع الاول 870ھ کو بمقام آفرغال دورانِ نمازِ فجر اس طرح دنیا سے کوچ ہوئے کہ آپ سجدہ ریز تھے۔

معلوم ہوا کہ جو دنیا میں صالحین سے محبت رکھتا ہے وہ اس طرح دنیا سے رخصت ہوتا ہے کہ اس کے لبوں پر رب تعالیٰ کا نام جاری وساری ہوجاتا ہے۔ اور اس کا جسدِ خاکی تبلیغ دین وحقانیتِ مذہب کی علامت اختیار کرجاتا ہے۔

بفضل اللہ صالحین سے محبت کی برکت:

سیدی وسندی شیخ الحدیث مولانا سردار احمد خان علیہ الرحمۃ کا وصال شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ میں 59 برس کی عمر میں ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے پرنور کی بارش کا منظر دیکھ کر کئی لوگ صالحین سے دوری پر تائب ہوئے اور حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کے قائل ہو گئے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور آپ ہمیشہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ منقبت **''واہ کیا مرتبہ ہے غوث بالا تیرا''** ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔

الحمد للہ عزوجل چند ماہ قبل اس واقعے کی تصدیق راقم الحروف نے فیصل آباد میں ایک معمرّ بزرگ سے کی جو خود جنازے میں شامل تھے، ویسے بھی یہ خبر کئی اخباروں میں چھپی کہ پاکستان کی تاریخ کا انوکھا واقعہ تھا کہ جنازے پرنور کی ایسی انوکھی کرنیں تھیں جس نے کئی لوگوں کے قلوب کو روشن اور منور کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سیدی محمد بن سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ اور محدّثِ اعظم کے صدقے شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ فرمائے اور ہمیں بھی ایسی عظیم الشان موت عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الکریم ﷺ

محدّث مکۃ المکرمۃ سیدی علی قاری علیہ الرحمۃ الباری

المرقاۃ شرح مشکوٰۃ ﴿باب الجمعۃ فصل الثالث﴾ میں تحریر فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ وَلِذَاقِيلَ اَوْلِيَاءُ اللهِ لَا

يَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يَّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ

یعنی: ''اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات و ممات) میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔''

داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے عقائد و نظریات:

شیخ ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ جن کے وصال کو ساڑھے نوسو (950) سال سے زائد عرصہ گزر گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات ٹھاٹھے مارتے ہوئے سمندر کی طرح رواں دواں ہیں، آپ کے مزارِ انوار پر ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے، جو تلاوتِ کلام اور ذکر اللہ کے ذریعے خوب فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

ہند کے بادشاہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ (جنہوں نے ایک محتاط اندازے کے مطابق نوے (90) لاکھ سے زائد افراد کو مسلمان کیا) فیض حاصل کرنے آپ کے دربار میں حاضر ہوئے اور جب باذن اللہ پروردگار داتا علی ہجویری نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی مدد فرمائی تو آپ علیہ الرحمۃ جھوم اٹھے اور اپنے محسن کی تعریف کو یوں بیان کیا:

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

یقیناً جن کے قلوب نور و عرفان سے منور ہوتے ہیں، جنہوں نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا اور اس پر استقامت سے عمل پیرا ہو کر قرب الٰہی کی نعمتِ عظمٰی پا گئے ۔۔۔۔۔ وہ اتنا تو علم رکھتے ہیں کہ **''گنج بخش''** اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن پھر بھی ان کا حضرت علی بن عثمان ہجویری کو گنج بخش فرمانا عظیم ترین تبلیغ کا ذریعہ بن گیا، گویا آپ نے مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو محدود نہ سمجھنا کہ وہ اپنے پیاروں کے اختیارات کو وصال کے بعد سلب فرما لیتا ہے۔ ہرگز! ایسا نہیں!! بلکہ وہ صالحین کو اپنی قدرت و طاقت سے گنج بخش (خزانہ بخشنے والا) بنا دیتا ہے اور ان کا فیضان جاری فرما دیتا ہے۔

داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف **کشف المحجوب** میں تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت ابوالعباس مہدی سیاری مرو کے کھاتے پیتے خوشحال گھرانے کے چشم و چراغ تھے، والد کے فوت

ہونے پر آپ کو وراثت میں بہت زیادہ دولت ملی تھی، **آپ کو پتہ چلا کہ فلاں کے پاس رحمت عالم نور مجسم، شفیع دو عالم حبیب مکرم ﷺ کے دو موئے مبارک ہیں، آپ نے وہ ہدیۃً حاصل فرمالیے، ان موئے مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو توبہ کی توفیق عطا کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ولی بنالیا۔** پھر آپ نے یعنی خواجہ مہدی سیاری نے حضرت خواجہ ابوبکر واسطی کے ہاتھ پر بیعت کرلی اوران کی خدمت میں رہ کر وہ مقام پایا کہ اولیاء کرام کے ایک گروہ کے امام بن گئے اور پھر جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو **آپ نے وصیت کی کہ یہ دونوں بال مبارک میرے منہ میں رکھ دیئے جائیں** چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اوران کا مزار مبارک مرو میں مشہور ہے۔

چنانچہ سرکار داتا گنج بخش قدس سرہٗ **کشف المحجوب** میں لکھتے ہیں:

وامروز گور او بمرو ظاہر است مردماں بحاجت خواستن آنہا شوند و مہات از آنجا طلبند ومجرب است (کشف المحجوب، ص 143)

یعنی: ''مہدی سیاری کا مزار شریف مرو میں مشہور ہے، لوگ وہاں اپنی حاجتیں لے جاتے ہیں اور وہاں جاکر اپنی مہمات (حاجتیں) طلب کرتے ہیں ان کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور یہ مجرب ہے۔''

ثابت ہوا کہ شاہِ کونین ﷺ کے بال مبارک کی بے شمار برکتیں ہیں، بال مبارک کی برکت سے ایک عام شخص کو ولایت ملی بلکہ ولیوں کے سردار بنے اور بال مبارک کے ذریعے سے لوگوں کی حاجتیں بھی پوری ہوتی ہیں۔

قارئینِ کرام!! حضور ﷺ کی نسبت یعنی موئے مبارک کی تعظیم نے سید ابوالعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بفضل اللہ عزوجل مشکل کشا بنادیا، یقیناً اللہ تعالیٰ سوال کرنے والوں کے سوال کو پورا کرتا ہے، اس کی مرضی اور مشیت ہے کہ اس نے اپنے پیاروں کی طرف لوگوں کے قلوب کو مائل کردیا ہے، تا کہ ان محبوبوں کی عظمت مزید لوگوں کے قلوب میں راسخ ہوجائے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

اِذَا اَرَادَ اللہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا صَیَّرَ حَوَائِجَ النَّاسِ اِلَیْہِ ﴿جامع صغیر﴾

ترجمہ: ''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو نوازنا چاہتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں اس کی طرف پھیر دیتا ہے۔''

سبحان اللہ عزوجل ! اللہ تعالیٰ کا کرم اپنے پیاروں پر کس قدر ہے کہ لوگوں کی حاجتیں ان سے پوری کرواتا ہے اوران کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔

داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ!

مجھے ایک مشکل در پیش ہوئی جو بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ **کے مزار پُر انوار پر حاضری کی برکت سے دور ہوئی۔** ﴿کشف المحجوب﴾

روشن مینار:

امام غزالی علیہ الرحمۃ وہ مسلّمہ شخصیت ہیں جو علم وعرفان کے نور سے اس طور پر منور ہوئی کہ لاتعداد اوراَن گنت کو روشنی کی سچی راہ پر گامزن کردیا، اپنے اور بیگانے سبھی جن کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، کئی انگریز اسلام کی حقانیت کے قائل ہونے کا سبب آپ علیہ الرحمۃ کی ذات کو قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ ایک امریکی فلسفی (Philospher) نے کہا کہ:

"I don't know about Islam but I am impresed that Ghazali is a muslim"

یعنی: ''میں اسلام کے بارے میں (کچھ) نہیں جانتا ہوں لیکن میں متاثر ہوں کہ غزالی مسلمان ہیں''

آپ رضی اللہ عنہ کی کئی کتب انگریزی میں ترجمہ (Translate) ہوئیں آپ قرآن وحدیث کے پیغام کو امت تک پہنچانے میں نمایاں کردار کے حامل ہیں۔

آپ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے:

مَنْ یُّسْتَمَدُّ بِهٖ فِیْ حَیَاتِهٖ یُسْتَمَدُّ بِهٖ بَعْدَ مَمَاتِهٖ

﴿شرح مشکوۃ﴾

"**یعنی**: جس کسی سے اس کی زندگی میں مدد مانگ سکتے ہیں اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد مانگ سکتے ہیں"

جلوہ شانِ قدرت:

حضور ﷺ کا فیض اللہ عزوجل کی قدرت وطاقت سے مقربان بارگاہ میں منتقل ہوا، ان ہی فیض یافتہ میں ایک نام پیران پیر روشن ضمیر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَةٍ کُشِفَتْ عَنْهُ وَ

مَنْ نَادَانِیْ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّةٍ فُرِجَتْ عَنْهُ ﴿بهجته الاسرار ص102﴾

ترجمہ: "جو کوئی شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے اس کی وہ تکلیف دور کردی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے اس کی مصیبت دور کردی جائے گی"

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول مبارک کو بیان فرمانے والے بزرگ کا نام **امام ابوالحسن نور الدین علی** رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا تعلق صرف دو واسطوں سے یعنی انتہائی قریبی ہے، علماء اور صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ الرحمۃ سے فیض حاصل کیا ہے چنانچہ **محدث مدینہ منورہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی** علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بَهْجَةُ الْاَسْرَارِ کِتَابٌ عَظِیْمٌ شَرِیْفٌ شَهِیْرٌ، مَصَنِّفُهٗ عَالِمٌ مَّعْرُوْفٌ مِّنْ عُلَمَاءِ الْقُرَّاءِ وَتَرْجَمَتُهٗ مَسْطُوْرَةٌ فِی الْکُتُبِ الْاِمَامُ شَمْسُ الدِّیْنِ الذَّهَبِیُّ الَّذِیْ اَحَاطَ الْاٰفَاقَ تَبَحُّرُهٗ فِیْ عِلْمِ الْحَدِیْثِ وَاَسْمَاءِ الرِّجَالِ حَضَرَ مَجْلِسَ دَرْسِهٖ وَکَتَبَ مَدَائِحَهٗ فِیْ کِتَابِهٖ طَبَقَاتِ الْمُقْرِئِیْنَ، وَالْاِمَامُ الْمُحَدِّثُ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ الْجَزْرِیِّ مُصَنِّفُ الْحِصْنِ الْحَصِیْنِ مِنْ سَلَاسَلَةِ تَلَامِذَةٍ، قَرَأَ الْکِتَابَ الْمُسْتَطَابَ بَهْجَةَ الْاَسْرَارِ عَلٰی شَیْخِهٖ وَحَصَلَ عَلٰی سَنَدِهٖ وَاِجَازَتِهٖ

یعنی: "یہ کتاب "بهجة الاسرار" کتاب عظیم شریف اور مشہور ہے اور اس کے مصنف علماء قرأة عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور ہیں۔ **امام شمس الدین ذہبی** رحمۃ اللہ علیہ (علمِ حدیث اور اسماء رجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار ہے) **صاحب بهجة الاسرار امام ابو الحسن نور الدین علی** رضی اللہ عنہ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب "**طبقات المقرئین**" میں ان کے مدائح لکھے، **امام محدث محمد بن محمد جزری** رحمۃ اللہ علیہ مصنف حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں انہوں نے یہ کتاب **مستطاب بهجة الاسرار** شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند اجازت حاصل کی"۔

سبحان اللہ عزوجل ! حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ ارشاد کو نقل فرمانے والے ولیٔ کامل صالحین اور کاملین کی نظر میں اس عظیم رتبہ کے مالک ہیں کہ **امام الحدیث علامہ شمس الدین ذہبی** رحمۃ اللہ علیہ انہیں اپنا پیشوا مانتے ہیں امام محدث جزری جیسی عظیم شخصیت نے آپ کی شاگردگی اختیار کر کے فیض پایا، واضح رہے کہ یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے احادیثِ طیبہ کے فیضان کو عام کیا اور اپنے عظیم ترین دینی کارناموں کی بناپر محققین اور صالحین کی نظروں میں معزز ترین ہیں۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر غور فرمائیں!!

آپ فرماتے ہیں **جو میرا وسیلہ پیش کرے یا مجھے پکارے دونوں صورتوں میں نتیجہ یہ نکلا کہ "اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت پوری فرمادے گا۔"**

سبحان اللہ عزوجل !! حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کا کتنا پیارا اور جامع ارشاد ہے جو اسلامی قاعدے کو واضح کر رہا ہے کہ **"مجھے مدد کے لیے پکارنا در حقیقت مجھے وسیلہ ہی بنانا ہے۔"**

"شفاء السقام" کے حوالے سے یہی اصول (یعنی انبیاء وصالحین سے مدد طلب کرنا در حقیقت انہیں وسیلہ ہی بنانا ہے) پہلے گذر چکا ہے۔

مزید سید محمد بن علوی مالکی صاحب تحریر کرتے ہیں:

يَعْلَمُ كُلُّ اَحَدٍ اَنَّ الْمُوَحِّدَ اِذَا طَلَبَ شَيْئًا مِّنْ ذِى
الْجَاهِ عِنْدَ اللهِ فَلاَ يُرِيْدُ مِنْهُمْ اَنْ يَّخْلُقُوا شَيْئًا وَّلَا هُوَ
مُعْتَقِدٌ فِيْهِمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا يُرِيْدُ اَنْ يَّتَسَبَّبُوْا لَهٗ
بِمَا اَقْدَرَ هُمُ اللهُ عَلَيْهِ مِنْ دُعَاءٍ وَّمَاشَاءَ اللهُ مِنْ تَصَرُّفٍ

ترجمہ: "مسلمان یہ بات خوب جانتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی بزرگ وعنداللہ مرتبہ والے سے کوئی چیز مانگتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس چیز کو پیدا کرے اور نہ ہی ان کے بارے میں خالق ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو دعا وتصرف وغیرہ کی قوت عطا کی ہے اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مطلوب کے حصول کا ذریعہ بنے"

علامہ ابن الحاج کا عقیدہ

سیدی ابوعبداللہ محمد بن محمد المعروف بابن الحاج علیہ الرحمۃ (سن وصال 737ھ) اپنی تصنیف **المدخل** میں لکھتے ہیں:

اَنَّ بَرَكَةَ الصَّالِحِيْنَ جَارِيَةٌ م بَعْدَ
مَمَاتِهِمْ كَمَا كَانَتْ فِيْ حَيَاتِهِمْ

یعنی: "اولیاء کرام کی برکت ان کی (ظاہری) زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے"

﴿مِنْ عَقَائِدِ اَهْلِ سُنَّةٍ لِلْعَلَامَةِ عبدالحکیم شرف القادری﴾

پیر کامل کی روحانی طاقت:

امام ابو عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ سنِ وصال: 973ھ) **شیخ موسیٰ ابو عمران** رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَكَانَ اِذَا نَادَاهُ مُرِيْدُهٗ اَجَابَهٗ مِنْ مَّسِيْرَةِ سَنَةٍ اَوْ اَكْثَرَ

یعنی: "شیخ موسیٰ ابو عمران رضی اللہ عنہ کے مرید جب آپ کو ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ سفر کی مسافت سے پکارتے تو آپ اس کی پکار کا جواب دیتے تھے"۔ ﴿توضیح البیان﴾

محدث مدینہ طیبہ:

ہمارے محسن، امت کے پیشوا، فیضانِ حدیثِ خیر الانام ﷺ محقق و مدبر فقیہ و مفکر۔۔۔۔۔۔وہ مبارک شخصیت ہیں جن کے ذریعے برِصغیر میں بخاری و مسلم، ابن ماجہ و ترمذی، ابوداود و نسائی شریف کا فیض پہنچا اس بلند پایہ ذی مرتبت شخصیت کا نام نامی اسمِ گرامی **شیخ محقق علی الاطلاق عبدالحق** رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی خوش بختی:

مدینہ طیبہ کے مشہو محدث **الشیخ محمد قضائی مصری** علیہ الرحمۃ نے مسجدِ نبوی شریف میں درسِ حدیث کی دعوت پیش کی اور خصوصی نظر فرمائی۔

شیخ عبد الحق محدث فرماتے ہیں کہ:

اس سے پہلے بھی یہ مبارک پیش کش دوسرے بزرگوں سے ہوچکی تھی لیکن میں محض رسالت مآب ﷺ کے ادب کے پیشِ نظر عذر پیش کرتا لیکن اس بار **شیخ قضائی** علیہ الرحمۃ کی عظمت کی بناء پر اس دعوت کو قبول کرلیا اور مسجدِ نبوی شیرف میں درسِ حدیث کا آغاز کیا۔

منقول ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ پر اللہ تعالیٰ کا وہ خاص فضل تھا جس کی بنا پر آپ کو روزانہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی تھی، بالآخر برصغیر کے لوگوں کی قسمت جاگ اٹھی اور آپ نے فیضانِ حدیث کو جاری کرنے کے لئے مدینہ طیبہ سے رختِ سفر باندھنے کا ارادہ فرمالیا۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے **قطب مکۃ المکرمۃ شیخ عبدالوھاب متقی** علیہ الرحمۃ سے فیض حاصل کیا چنانچہ اپنے شیخ کے حالات "زَادُالْمُتَّقِیْنَ فِیْ سُلُوْکِ طَرِیْقِ الْیَقِیْنِ" میں تحریر فرماتے ہیں جس کا مطالعہ باطن کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

اجازت صحاح ستہ:

عارف باللہ **شیخ عبدالوھاب متقی** رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محقق کو اجازاتِ احادیثِ طیبہ عطا فرمائیں چنانچہ شیخ اپنی تصنیف **زاد المتقین** میں تحریر کرتے ہیں کہ رخصت ہونے سے قبل حضرت الشیخ نے خلافت بھی عطا فرمائی، اللہ اکبر!!! یہ خلافت شیخ عبدالوہاب کو **شیخ علی متقی** سے ملی ہے جنہوں نے چھیالیس (46) حج کئے اور اپنی صدی کے سب سے بڑے محدث اور حدیث کی مشہور کتاب **کنز العمال** کے مصنف ہیں۔

شیخ محقق علی الاطلاق **مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ** سے انوار و تجلیات اپنے سینے میں بسا کر لوگوں کے قلوب منور کرنے کیلئے ہندوستان پہنچے اور حدیثِ پاک کے فیض کو عام کیا گویا آپ علیہ الرحمۃ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے فیضانِ بخاری و مسلم ہیں کیونکہ گزشتہ چار سو برس سے برصغیر میں کوئی ایسا محدّث نہیں ہوگا جس نے بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ سے فیض نہ پایا ہو۔

محدث مدینہ منورہ کے عقائد و نظریات:

★ شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ مشائخ عظام کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضور شیخ عبدالقادر جیلانی (غوثِ پاک) رضی اللہ عنہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف فرماتے تھے (یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے دور سے پکار سننا اور عقیدت مندوں کی مدد فرمانا) اسی طرح **اپنی قبر میں تصرف کرتے ہیں**۔ نیز شیخ محقق نے دیگر بزرگانِ دین کا ذکر کیا جو بعد از وصال تصرف فرماتے ہیں حتیٰ کہ **سید احمد بن مرزوق** علیہ الرحمۃ جو کہ دیارِ مغرب کے مشائخ اور فقہاء سے ہیں ان کی رائے شیخ محقق نے اس طرح تحریر فرمائی کہ **وہ زندہ کے مقابلے میں وصال فرمانے والے بزرگ کی امداد کو زیادہ قوی قرار دیتے تھے**'' ﴿ملاحظہ ہو، شرح مشکوۃ شریف﴾

★ شیخ محقق اپنے شیخ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

پیر (کامل) اپنے مرید کی مشکلات کے وقت مدد کرتا ہے

سَوَاءٌ کَانَ الشَّیْخُ حَاضِرًا اَوْ غَائِبًا حَیًّا اَوْ مَیتًا یَدُلُّ عَلَیْهِ
مَا قَالَ الشَّیْخُ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ عَلِیُّ بْنُ حُسَّامِ الدِّیْنِ الْمُتَّقِیْ
اَسْکَنَهُ اللّٰهُ بِحَبُوْحَةِ جَنَّتِهٖ وَ تَغَمَّدَهٗ بِلُطْفِهٖ وَرَحْمَتِهٖ
یَا عَبْدَ الْوَهَّابِ اِذَا اَشْکَلَ عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنَ الْوَاقِعَاتِ
وَالْوَارِدَاتِ فَاَعْرِضْهَا عَلَیَّ بِقَلْبِکَ وَاسْتَکْشِفْ
ذٰلِکَ بِاسْتِمْدَادِکَ مِنِّیْ وَلَوْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَجَرَّبْتُ ذٰلِکَ

ترجمہ: ''خواہ شیخ قریب ہو یا بعید، زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو، اور اس بات کی تائید شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین متقی علیہ الرحمۃ کے اس کلام سے ہوتی ہے (جنھوں نے چھیالیس (46) حج کئے اور امام الحدیث تھے) انھوں نے اپنے مرید عبدالوہاب متقی سے کہا تھا انہوں نے فرمایا اے عبدالوہاب جب تم کو اپنے معمولات اور وظائف میں کوئی مشکل پیش آئے تو تم اپنے دل سے میری طرف متوجہ ہو کر اس کو مجھ پر پیش کرنا اور اس کے حل کے لئے مجھ سے مدد طلب کرنا خواہ میں فوت ہو چکا ہوں''۔

شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں میں نے اس بات کا تجربہ کیا اور اس کو درست پایا۔

علامہ شامی کا عقیدہ:

علامہ شامی علیہ الرحمۃ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مِنَ الْمَشَائِخِ الْکُبَّارِ مُجَابُ الدَّعْوَةِ یُسْتَسْقٰی بِقَبْرِهٖ مَاتَ ۲۰۰ھ

﴿توضیح البیان، باحوالہ، ردالمختار، المعروف فتاوی شامی، ج ۱، ص ۴۵﴾

قرآن کریم اور معیارِ ہدایت

ترجمہ: ''حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ ان عظیم مشائخ میں سے تھے جو مستجابُ الدعوات تھے اور ان کی قبر سے بارش طلب کی جاتی تھی اور انہوں نے دوصدی ہجری میں وفات پائی''

نوٹ: واضح رہے کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے تحریر کردہ فتاویٰ شامی اُس پائے کی تصنیف ہے کہ عرب و عجم میں دورِ حاضر کے مفتیانِ احناف اسی انسائیکلوپیڈیا سے فتاویٰ نقل کرتے ہیں۔

شیطان لعین کی بے باکی:

شیطان جب دیکھتا ہے کہ میری کوشش بے کار گئی۔۔۔۔۔مسلمان اللہ عزوجل کی قدرت اور طاقت کو محدود ماننے کو تیار نہیں، اس موقع پر شیطان کی گستاخی کھل کر سامنے آجاتی ہے اور ازلی دشمن جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے کہتا ہے کہ: اے مسلمانو! تم اللہ والوں سے محبت کرتے ہو، مدد کے لیے انہیں پکارتے ہو، تا کہ قرب الٰہی کی نعمت پالو اور اللہ عزوجل سے قریب ہو جاؤ، یہ عقیدہ مشرکین کا تھا، وہ بھی بتوں کو پوجتے تھے تا کہ یہ بت انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی

﴿پارہ 23، سورہ الزمر، آیت 3﴾

ترجمہ کنزالایمان: ''کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔''

اللہ اکبر!! قرآن پاک اور جھوٹ کا سہارا!! شیطان جھوٹ کے ذریعے اللہ والوں کی محبت کا روشن چراغ فریب کے جھونکے سے گل کرنے کے درپے ہے۔ خدارا!!! سوچیں! غور فرمائیں!! کیا آج کوئی مسلمان اللہ والوں کی عبادت کا قائل ہے؟؟؟ جب کہ مشرکین تو بتوں کو پوجتے تھے، جاہل اور نادان مسلمان بھی عبادت کے قائل نہیں اگر یہ بے وقوف مزارات پر سجدہ بھی کرتے ہیں تو محض تعظیم کے لئے اور یقیناً سجدۂ تعظیمی ممنوع اور سخت حرام ہے (جس کی تفصیل پہلے گزر چکی)۔ جب کہ مشرکین بتوں کی عبادت (پوجا) کے قائل تھے اور ویسے بھی اس پوجا کے ذریعے قربِ الٰہی عزوجل کے دعوے میں جھوٹے تھے۔

مشرکین کا جھوٹ:

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّو الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًا م بِغَیۡرِ عِلۡمٍ

﴿پارہ 7 ، سورۃ الانعام، آیت 108﴾

ترجمہ: ''اور ان بتوں کو گالی نہ دو جن کو وہ اللہ سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے''

حضرت ابن النور نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ مسلمان کفار کے بتوں کو بُرا کہتے تھے کفار بھی اللہ عزوجل کو بُرا کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ نازل فرمائی، یہ اس آیت کا شان نزول ہے۔

پس مسلمانوں کو سخت نہی کے الفاظ میں ان پتھروں کے متعلق بُرا کلمہ کہنے سے روک دیا جن پتھروں کی یہ بت پرست مکہ مکرمہ میں پوجا کرتے تھے کیونکہ یہ بت پرست جن پتھروں کے بارے میں دل کی گہرائیوں سے اِلٰہ ہونے کا اور نفع وضرر کے مالک ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے ان پتھروں کے متعلق مسلمانوں کے سخت کلمات ان بت پرستوں کے غصہ کا سبب ہوتے تھے۔ پتھروں کی عزت کی وجہ سے جب ان کو غصہ آتا تھا تو اسی کی مثل سے مسلمانوں کا مقابلہ کرتے تھے اور مسلمانوں کے رب کو برا کہتے تھے حالانکہ وہ رب العٰلمین ہے اور اللہ عزوجل کو نقائص کے ساتھ متہم کرتے تھے جبکہ وہ ذات ہر طرح کے تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔

لہٰذا اگر وہ لوگ اپنے اس دعویٔ قربِ الٰہی عزوجل میں صادق ہوتے تو بتوں کو برا کہنے والوں سے انتقام و بدلہ لینے کی وجہ سے اللہ جل شانہ کو برا کہنے کی جرأت نہ کرتے پس یہ بات بالکل بخوبی واضح ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ کا مرتبہ ومقام بتوں سے کم تھا۔

مومنین اور مشرکین ---- بتوں اور صالحین میں برابری کی شیطانی خواہش کبھی پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ

بتوں سے دور رہنے کا حکم	★ انبیاء وصالحین کے دامن سے وابستگی کا حکم
بتوں کو توڑنے کا حکم	★ انبیاء وصالحین سے ہمیشہ جڑے رہنے کا حکم
بتوں کی محبت بُعد الٰہی	★ انبیاء وصالحین سے محبت قُرب الٰہی
بت نہ مونس نہ ہی مددگار	★ انبیاء وصلاحین باذن پروردگار مونس ومددگار

﴿ملاحظہ ہو، مقالات امینیہ از شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد امین م﴾

شیطان کی ناکامی:

الحمد للہ عزوجل ! شیطان اپنے مشن میں ناکام ہوا کہ مشرکین کی حمایت اور تعریف (مشرکین قرب الٰہی کے طلب گار ہیں) کر کے مسلمانوں کے دلوں سے انبیاء وصالحین کی عظمت نکالنے کی خواہش شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکی لیکن شیطان آخر شیطان ہی ہے اپنی مکاری کے ذریعے بتوں، مشرکین اور کفار کی مذمت پر مبنی آیات کا مصداق انبیاء وصالحین کو ٹھہراتا ہے۔ یعنی قرآن پاک کی وہ آیات جن میں بتوں کی مذمت ہے (یعنی بت حاجت رواٗ اور مشکل کشا نہیں ہوسکتے) شیطان مردود ان آیات کو انبیاء وصالحین پر منطبق (Fit) کرتا ہے۔ شیطان کا طریقۂ واردات انتہائی خطرناک ہے، وہ دلیل کے طور پر قرآن پاک کی آیات کا سہارا لیتا ہے حالانکہ قرآن پاک میں عَلیَ الاعلانْ کہہ دیا گیا:

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا ﴿پارہ 1 ، سورۃ البقرہ، آیت 26﴾

یعنی: ''کئی قرآن پڑھنے کے باوجود گمراہ ہوتے ہیں''

حدیث پاک میں ہے:

عَنۡ عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ یَرۡفَعُ بِھٰذَا الۡکِتَابِ اَقۡوَامًا وَّ یَضَعُ بِہٖ اٰخِرِیۡنَ۔

﴿رواہ مسلم واحمد، ابن ماجہ باب فی فضل القرآن﴾

ترجمہ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ اس قرآن کے ذریعے کچھ قوموں کے سربلند کرے گا تو کچھ کو گرادے گا''

گزشتہ کلام کا پس منظر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ توحید کا پرچم بلند کیا اور ایک خدا کی عبادت کی دعوت پیش کی مثلاً قرآن پاک میں حضرت نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کا ذکر کیا گیا۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی فرمایا:

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ

﴿پارہ 12، سورہ ہود، آیت 61﴾

ترجمہ: "کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت پیش کرتے ہوئے بتوں کی مذمت کی اور اپنی قوم کو بتوں سے دور رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّکُمْ

﴿پارہ 17، سورۃ الانبیاء، آیت 66﴾

ترجمۂ کنزالایمان: "کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔"

اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

﴿پارہ 17، سورہ الانبیاء، آیت 67﴾

ترجمۂ کنز الایمان: "تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں؟"

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۹۴﴾

ترجمۂ کنز الایمان: "بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو"

یہ آیت بتوں کی مذمت پر نازل کی گئی ہے۔ بتوں کو عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ کیوں کہا گیا؟ اس بارے میں مفسرین نے محققانہ بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ **علامہ قرطبی** علیہ الرحمۃ (سنِ وصال 668ھ) جن کی تفسیر علمائے امت کے لئے بالاتفاق دلیل وحجت کی حیثیت رکھتی ہے تحریر کرتے ہیں:

وَسُمِّیَتِ الْاَوْثَانُ عِبَادًا لِاَنَّھَا مَمْلُوْکَۃٌ لِلّٰہِ مُسَخَّرۃ. اَلْحَسَنُ : اَلْمَعْنٰی اَنَّ الْاَصْنَامَ مَخْلُوْقَۃٌ اَمْثَالُکُمْ ﴿تفسیر قرطبی، ج۷، ص ۳۰۰﴾

یعنی "**علامہ قرطبی** علیہ الرحمۃ نے بتوں کو عباد کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ بھی تمہاری طرح اس کے مملوک اور تمہاری طرح پیدا شدہ ہیں" یعنی ہر پیدا شدہ چیز پر عباد کا اطلاق کیا جانا درست ہے"

مشرکین کے ہوش اڑادیئے:

فخر المفسرین امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ (سن وصال 606ھ) نے یہاں بڑی عمدہ بحث کی ہے کہ بتوں کو عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ (تمہارے جیسے بندے) کیوں کہا گیا؟

﴿تفصیل ملاحظہ ہو تفسیر کبیر، ج5، ص 431 مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت، لبنان﴾

مزید یہ کہ اس آیت سے متصل کلام نے مشرکین کے ہوش اڑا دیئے گویا کہا یہ جا رہا ہے کہ اے مشرکین نادانو! یہ بت تو تم سے بھی گئے گزرے ہیں جو پکڑنے، چلنے اور سننے کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَا اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَا

اَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَا اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا

﴿سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: "کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں"

قرآن پاک میں مشرکین کو جھنجھوڑتے ہوئے یہاں تک فرمادیا کہ بروزِ قیامت بتوں کے پجاریوں سے خود بت بیزار ہو جائیں گے ﴿ملاحظہ ہو .سورۃ الاحقاف .٦﴾

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کیا کہنا جو پروردگار قیامت کے دن ہاتھوں کو قوتِ گویائی عطا فرمائے گا ﴿سورۃ یٰس آیت نمبر 65﴾ وہی **خلاق عالم** عزوجل بتوں کو بولنے کی قوت دے گا اور وہ اپنے پجاریوں کے خلاف ہو جائیں گے۔

حضور پرنور ﷺ نے دعوتِ توحید کا آغاز کیا، ایک خدا وحدہٗ لاشریک کی عبادت اور دین متین کی دعوت دی اور حکیمانہ انداز اور پرُنور کلام کے ذریعے لوگوں کو ہدایت کا راستہ بتایا کہ بتوں کو حاجت روا، مشکل کشا جاننے والو! یہ بت حاجت روا نہیں..... مشکل کشا نہیں ہو سکتے..... یہ پکار سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے..... یہ بت تو تمہارے ہاتھ سے تراشے ہوئے ہیں۔ یہ تمام بت ملکر مکھی نہیں بنا سکتے۔ کسی قسم کا نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکے ہیں چنانچہ اس سچی دعوت کے نتیجے میں حضور ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ طائف کے میدان میں آپ علیہ السلام لہولہان ہو گئے لیکن توحید کے پرچم کو بلند کرنے کا مشن جاری رہا

یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''**میں دین کی راہ میں سب سے زیادہ ستایا گیا ہوں**''

تکالیف برداشت فرمارہے ہیں ---- اذیتیں سہہ رہے ہیں ---لیکن اعلاء کلمۃ الحق فرمارہے ہیں۔ توحید کی دعوت پر صبر و استقامت، لگن و تڑپ، محنت و کوشش کی اعلیٰ ترین مثال قائم فرمادی۔ جہدِ مسلسل کا سلسلہ جاری و ساری ہے---توحید کی دعوت عام ہو رہی ہے---لوگ بتوں سے متنفر ہوتے ہوئے باطل عقائد سے تائب ہو رہے ہیں چنانچہ توحید کی دعوت کو پھیلتا دیکھ کر مشرکینِ مکہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے کبھی ساحر کبھی جادوگر اور کبھی کاہن کہتے تھے ﴿معاذ اللہ﴾

امت سے شرک کا خوف نہیں:

لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنا مشن جاری و ساری رکھا اسی اثناء میں یادِ امت میں آنسو بہانے والے مصطفیٰ کریم ﷺ اپنی امت کو خوشخبری سناتے ہیں دعوتِ توحید کے فیضان کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنِّیْ وَاللہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

﴿بخاری شریف ، جلد 2 ، صفحہ 975 ، کتاب الرقاق حدیث نمبر ۲۱۰۲﴾

ترجمہ: ''خدا کی قسم! مجھے اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔''

اے امتِ مصطفیٰ ﷺ! تمہیں مبارک ہو!! تم شرک سے محفوظ ہو۔ گزشتہ امتیں نبیوں کے پردہ فرمانے کے بعد شرک میں مبتلا ہو گئیں اور اپنے نبیوں کے راستے سے ہٹ گئیں مگر امتِ محمدیہ ﷺ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ شرک سے محفوظ رہے گی۔

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّھُمْ لَایَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَلَاحَجَرًا وَّلَا وَثَنًا وَّلٰکِنْ یُّرَاءُ وْنَ بِاَعْمَالِھِمْ وَالشَّھْوَۃُ الْخَفِیَّۃُ

﴿مسند احمد، رقم حدیث: ١٦٤٩٨ مسند الشامیین﴾

یعنی: ''بے شک میری امت سورج، چاند، پتھر اور بت کی پوجا نہیں کرے گی لیکن اپنے اعمال میں دکھلاوا کرے گی اور پوشیدہ شہوت میں مبتلا ہوگی'' مزید حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا ﴿بخاری شریف﴾

ترجمہ: ''مجھے ڈر ہے تو تمہارے دنیا میں پھنسنے کا ڈر ہے''

حضور پرنور ﷺ کے امتی کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے نبی مکرّم ﷺ کے فرمان پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اس حقیقت کا اقرار کرے کہ آج مسلمان دنیا کی محبت میں گرفتار اور ریاکاری میں مبتلا ضرور نظر آتے ہیں لیکن شرک سے محفوظ ہیں نہ تو کوئی دو خداؤں کا ماننے والا ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی شخصیت میں تسلیم کرتا ہے۔

تحفظ ایمان:

حضور ﷺ کے فرامین برحق ہیں۔ بات صرف یہی ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے، لیکن ذہنوں سے یہ محو نہ ہو کہ جب شیطان کے وسوسوں کا طوفان جاری ہوتا ہے تو انسان حقیقت سے نظر پھیر لیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا وہ پیارا محبوب ﷺ عطا فرمایا جو اپنی امت کو اس طور پر گمراہی سے بچانا چاہتے ہیں کہ **ہمارا ایمان ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوجائے** اور وساوسِ شیطانی اثر انداز نہ ہوں اسی لئے حضور ﷺ نے اس گروہ کو (جس نے صحابہ علیھم الرضوان کو مشرک کہا) **شرار الخلق** قرار دیا ﴿سنن ابن ماجه﴾

حضور ﷺ کے فرمان عالیشان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے بھی انہیں سب سے بدترین مخلوق قرار دیا۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ ان کی ایسی علامت کو ذکر فرمایا جس کی برکت سے اہل ایمان بڑی آسانی سے ان کو پہچان لیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما **فرماتے ہیں:**

اِنَّھُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰی اٰیَاتٍ نُزِّلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

﴿بخاری شریف ۔ کتاب استتابته المعاندین. جلد 2 ، صفحه1024﴾

ترجمہ: "یہ گروہ (خوارج)۔۔۔ کفار (مشرکین اور بتوں کی مذمت) کے بارے میں نازل ہونے والی آیات مومنین (انبیاء اور صالحین) پر چسپاں کرتا ہے"

یعنی جو آیات بتوں کی مذمت میں نازل ہوئیں مثلاً بت حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہو سکتے وغیرہ۔ ان آیات کو BASE (بنیاد) بنا کر انبیاء وصالحین کو معاذ اللہ بے بس اور مجبور ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہ گروہ مِنْ دُوْنِ اللہ اور اولیاء اللہ کے فرق کو ختم کرنے کی جسارت کرے گا۔۔۔ لیکن بتوں اور صالحین میں کیا نسبت ہو سکتی ہے کیونکہ بتوں کو اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں دیا وہ مونس ہیں نہ ہی مددگار اور اللہ تعالیٰ نے صالحین کو بہت کچھ عطا کیا ہے چنانچہ من دونِ اللہ کو ماننے والا مشرک ہے اولیاء اللہ کو ماننے والا مومن ہے۔

اولیاء اللہ اور من دون اللہ میں فرق:

★ **من دون اللہ** سے تعلق بروزِ قیامت **ندامت کا سبب** ہوگا

اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ حَصَبُ جَھَنَّمْ ﴿سورۃ الانبیاء آیت نمبر98، پارہ17﴾

اور **اولیاء اللہ** سے تعلق بروز قیامت **خوش بختی کا ذریعہ** ہوگا

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

﴿سورۃ الزخرف آیت نمبر67، پارہ25﴾

★ **من دون اللہ** کے ساتھ دشمنی کرنے والے کا **ایمان مضبوط** ہوتا ہے

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا ﴿البقرۃ ، ۲۵۶﴾

اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی **سلب ایمان کا سبب** ہوتا ہے۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ ﴿بخاری شریف﴾

ضروری تنبیہ:

ولئ نعمت، محسنِ امت حضرت علامہ سید محمد امین **ابن عابد ین شامی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وَجَاءَ عَنِ الْمَشَائِخِ الْعَارِفِیْنَ وَالْاَئِمَّۃِ الْوَارِثِیْنَ اِنَّھُمْ قَالُوْا اَوَّلُ عُقُوْبَۃِ الْمُنْکِرِ عَلَی الصَّالِحِیْنَ اَنْ یَّحْرُمَ بَرَکَتَھُمْ قَالُوْا وَیُخْشٰی عَلَیْہِ سُوْءُ الْخَاتِمَۃِ نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ سُوْءِ الْخَاتِمَۃِ ﴿رسائل ابن عابدین، صفحہ317، جلد2﴾

ترجمہ: "مشائخِ عارفین اور ائمہ وارثانِ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اولیاء کرام کے منکر کی پہلی سزا یہ ہے کہ ان کو برکت سے محروم کیا جاتا ہے، یہ بھی فرمایا: اس بات کا خوف ہے کہ اس کا خاتمہ برا ہو۔ ہم برے خاتمے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں"

سوال اللّٰہ تعالیٰ سے کرو (حدیث پاک):

آخری مثال:

﴿حق اور سچ کے ذریعے باطل کا پرچار﴾

اِذَا سَئَلْتَ فَسْئَلِ اللہ

﴿اخرجہ الترمذی ح2516، مسند امام احمد ح2800﴾

ترجمہ: ''جب سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو''

حضور پرنور ﷺ کا ارشاد (جب سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو) مطلق ہے یعنی کسی شِق کو خاص نہیں کیا گیا کہ زندہ سے سوال کرلو، مردہ سے نہ کرو۔ قریب والے سے تھوڑا بہت مانگ لو، دور والے سے مت مانگو، اس طرح کی کوئی تخصیص بلکہ مطلقاً ارشاد ہے کہ ''جب سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو''

اس حدیث پاک کے پیش نظر حضور ﷺ یا صالحین کو وسیلہ سمجھتے ہوئے سوال کرنے کی ممانعت ثابت کرنا درست نہیں۔

ڈاکٹر سید محمد بن **علوی المالکی** الحسنی نقل کرتے ہیں:

فَاِنَّہٗ لَا مُتَمَسَّکَ فِیْہِ وَلَا دَلِیْلٌ لِمَنْعِ السُّوَالِ اَوِ التَّوَسُّلِ

یعنی: ''اس ارشاد کے پیشِ نظر غیر سے سوال کرنے اور توسل سے روکنے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے''

اگر اس حدیث پاک سے یہ معنی مراد لیے جائیں کہ حضور ﷺ یا صالحین سے سوال نہیں کرنا چاہیے۔ اس صورت میں صحابہ علیہم الرضوان اور بزرگان دین کا عمل اس کے خلاف ظاہر ہوگا ﴿جس کی تفصیل گزر چکی ہے﴾ اور یقیناً یہ حضرات قدسیہ شریعت کے اصولوں کی حکم عدولی نہیں کرتے چنانچہ اس حدیث کا اصل مقصد جاننا اشد ضروری ہے۔ اس حدیثِ پاک سے مطلق ممانعت ثابت کی جائے تو لازم آئے گا ''بے علم کا، عالم سے سوال کرنا بھی ناجائز ہوگا۔''

ڈاکٹر سید محمد بن **علوی المالکی** الحسنی مزید لکھتے ہیں:

وَلَا وَاقِعٌ فِیْ مَہْلَکَۃٍ غَوْثًا ، مِمَّنْ تَتَوَقَّفُ نَجَاتُہٗ عَلٰی اِغَاثَتِہٖ، وَلَا دَائِنٌ مُّدِیْنًا قَضَاءَ مَا عَلَیْہِ ، وَلَا مُسْتَقْرِضٌ قَرْضًا وَلِمَاصَحَّ لِلنَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنْ یَسْاَلُوْ النَّبِیِّیْنَ الشَّفَاعَۃَ وَلَا صَلُحَ لِنَبِیِّ اللہِ عِیْسٰی اَنْ یَّاْمُرَھُمْ بِسُوًّ اِلِھَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ، فَاِنَّ الدَّلِیْلَ عَلٰی ھٰذَا الْوَھْمِ الَّذِیْ تَوَھَّمُوْہُ عَامٌ، یَشْمُلُ عَدْمُ صِحَّۃِ مَاذَکَرْنَاہُ وَلَمْ نَذْکُرْہُ

﴿مفاھیم یجب ان تصحح ۔ صفحہ186﴾

ترجمہ: ''اسی طرح کسی مصیبت زدہ کا مدد طلب کرنا صحیح نہ ہوگا نہ کسی قرض خواہ کیلئے مال کی واپسی کو طلب کرنا درست ہوگا نہ کسی محتاج کا کسی مالدار سے قرض کا سوال کرنا صحیح ہوگا۔ نہ یہ صحیح ہوگا کہ میدانِ قیامت میں لوگ انبیاء کی شفاعت کے طلب گار بنیں اور نہ یہ صحیح ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو طلبِ شفاعت کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار امور ہیں جو اس وھم کے تحت آجائیں گے جن کو ہم نے ذکر نہیں کیا''

مقصود حدیث

حدیث پاک کے اصل مقصود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے السید **علوی مالکی** تحریر کرتے ہیں:

اِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْحَدِیْثِ .... لَیْسَ مَا تَوَھَّمُوْہُ فَاِنَّہٗ فَاسِدٌ وَاضِحُ الْفَسَادِ کَمَاتَبَیَّنَ، وَاِنَّمَا الْمَقْصُوْدُ مِنْہُ التَّرْھِیْبُ مِنْ سُؤَالِ النَّاسِ اَمْوَالِھِمْ بِلاَ حَاجَۃٍ طَمْعًا فِیْھَا وَالْقَنَاعَۃُ بِمَا یَسَّرَاللّٰہُ وَلَوْ کَانَ قَلِیْلًا ، وَالتَّعَفُّفُ عَمَّا لَا تَدْعُوْ اِلَیْہِ الْحَاجَۃَ مِمَّا بِاَیْدِی النَّاسِ وَاَنْ یَّسْتَغْنِیَ بِسُؤَالِ اللّٰہِ مِنْ فَضْلِہٖ فَاِنَّہٗ یُحِبُّ الْمُلْحِیْنَ فِی الدُّعَاءِ وَالنَّاسُ عَلَی الْعَکْسِ.

ترجمہ: ''اس حدیث کا مقصود تو اس بات سے ڈرانا ہے کہ بلا ضرورت لوگوں سے لالچ کر کے ان کے مال کا سوال نہیں کرنا چاہیے اور قناعت کی تعلیم ہے اور بلا ضرورت مانگنے اور سوال کرنے سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ گڑگڑا کر مانگنے والے کو بہت پسند فرماتا ہے اور لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے''

اَللّٰہُ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُؤَالَہٗ

وَبَنِیْ آدَمَ حِیْنَ یَسْأَلُ یَغْضَبُ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نہ مانگنے پر ناراض ہوتا ہے اور لوگ مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں''

خلاصہ کلام:

فَالْمَعْنٰی اَنَّکَ اِذَا رَاَیْتَ فِیْ یَدِ اَحَدٍ مِّنَ الْمَالِ مَا اَعْجَبَکَ وَطَمَعَتْ اِلَیْہِ نَفْسُکَ فَلَا تَسْأَلْہُ مَا فِیْ یَدِہٖ وَاسْتَعِنْ بِسُؤَالِ اللّٰہِ مِنْ فَضْلِہٖ عَنْ سُؤَالِ عَبْدِہٖ، فَالْحَدِیْثُ اِرْشَادٌ اِلَی الْقَنَاعَۃِ، وَالتَّنَزُّہِ عَنَ الطَّمْعِ، وَاَیْنَ ھٰذَا مِنْ سُؤَالِ اللّٰہِ بِاَنْبِیَائِہٖ وَ اَوْلِیَائِہٖ اَوْ سُؤَالِ اَنْبِیَائِہٖ الشَّفَاعَۃَ لِلسَّائِلِیْنَ فِیْمَا جَعَلَ اللّٰہُ شَفَاعَتَھُمْ فِیْہِ الَّذِیْ ھُوَ مِنْ اَقْوَی الْاَسْبَابِ فِی النَّجَاحِ، وَلٰکِنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا رَکِبَ الْھَوٰی شَطَّ بِہٖ فِیْ مَجَالِ الْاَوْھَامِ وَخَرَجَ بِہٖ عَنْ جَادَۃِ الْاَفْھَامِ

ترجمہ: ''خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر کسی کا مال تم کو پسند آجائے اور دل اس کی طرف للچانے لگے تو اس سے اس کا سوال مت کرو بلکہ وہی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ حدیث پاک میں قناعت کی تعلیم ہے اور لالچ سے بچے کا حکم ہے۔ اس کا انبیاء و اولیاء کے توسل سے کیا تعلق ہے۔ انبیاء و اولیاء سے شفاعت کا سوال تو نجات کا قوی ترین سبب ہے لیکن انسان جب خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہو جائے تو وہ سواری اس کو تو وہم و گمان کے میدان ہی میں لیے پھرے گی اور عقل مند لوگوں کے راستہ وہ ہٹ جاتا ہے۔''

اے کاش! اس حدیث پاک کی برکت سے ہم غیروں کے مال پر نظر رکھنے کی بجائے

مولاعزوجل کے در کے سوال بن جائیں۔ جو بلاضرورت دنیاداروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے محتاجی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

اس فرمان پاک کا اصل مدعا اور مقصد ہم جان چکے۔ مزید چند دلائل کی روشنی میں یہ بات اظهر من الشمس ہوجائے گی کہ فرمان نبوی ﷺ کا اصل مقصود طمع ولالچ اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے محفوظ رہنا ہے نہ کہ انبیاء وصالحین سے مدد مانگنے یا سوال کرنے ممانعت ہے۔

فیضان ختمِ قادریه:

الحمدللہ عزوجل ختمِ قادریہ میں ہونے والے درسِ قرآن کی برکت سے ہم نے اچھی طرح جان لیا کہ قرآنِ پاک یا احادیثِ طیبہ پر سطحی نظر کرتے ہوئے کسی نتیجہ پر پہنچنا مناسب نہیں جب تک آیات کا شانِ نزول اور احادیثِ مبارکہ کے اصل مقصد کو نہ سمجھ لیا جائے اور اسی طرح کسی بھی مضمون کی تمام آیات واحادیث کا جاننا انتہائی ضروری ہے کیونکہ بعض پر ایمان اور بعض کا انکار دائمی ندامت کا سبب اور عذاب کا باعث ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ

﴿البقرة.٨٥﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو ـــــ تو جو تم میں سے ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے؟ مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے''

جنت کے سوالی : دلیل نمبر 1

وَعَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِىْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِى الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّىْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ

﴿مسلم، کتاب الصلوة، رقم: ٧٥٣. نسائی، کتاب التطبیق، رقم: ١١٢٦. سنن ابی داود، رقم: ١١٢٥. مشکوة، صفحه 84﴾

ترجمه: ''حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کیساتھ ایک رات گزاری پس میں آپ کے وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کر یعنی مانگ! میں عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے سوا اور کچھ بھی مانگ۔ میں نے عرض کیا بس یہی کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کثرت سجود سے میری اعانت کرو''۔

اس حدیث کی تشریح میں **محدث مدینہ منورہ شیخ** محقق (جن کا تعارف گزر چکا) اشعته اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے:

حضور ﷺ نے مطلقاً فرمایا مانگو اور کسی مطلوب خاص کے ساتھ مقید نہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ تمام چیزیں آپ ﷺ کے ہاتھ میں

ہیں، جسے چاہیں، جو چاہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

محدث اعظم مکۃ المکرمۃ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ **مرقاۃ** میں اسی مقام پر علامہ **ابن حجر** علیہ الرحمۃ کی عبارت تحریر کرتے ہیں:

وَيُؤْخَذُ مِنْ اِطْلَاقِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ الْاَمْرَ بِالسُّؤَالِ اَنَّ
اللّٰهَ مَكَّنَهٗ مِنْ اِعْطَاءِ كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ

ترجمہ: ''نبی علیہ السلام نے ''سوال کرنے'' کے امر کو جو مطلق رکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائن حق سے ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قادر کر دیا جس کا آپ ارادہ فرمائیں''

اس کے بعد **علامہ ابن سبع** علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَقْطَعَهٗ اَرْضَ الْجَنَّةِ يُعْطِىْ مِنْهَا مَايَشَاءُ لِمَنْ شَآءَ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو عطا فرمائی ہے کہ اس زمین سے جس کے لیے چاہیں، جتنی مقدار چاہیں، عطا فرمائیں''

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو ''سَلْ'' ﴿مانگو کیا مانگتے ہو﴾ فرما کر آپ ﷺ نے اپنی ذات سے حاجت روائی کا جواز ہی بیان نہیں کیا بلکہ امر (حکم) فرمایا ہے۔

دیکھئے **علامہ علی قاری** علیہ الرحمۃ سَلْ کی تفسیر کہتے ہیں اَیْ اُطْلُبْ مِنِّیْ حَاجَةً یعنی ''مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو'' ـــــ اور سوال کو مطلق رکھ کر یہ بھی سمجھا دیا کہ امورِ عادیہ ہوں یا غیر عادیہ، جس امر میں چاہو مجھ سے حاجت روائی کرو۔ اسی مطلب پر پہنچ کر حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے جنت کا سوال کیا حالانکہ جنت کا دینا عادۃً کسی کے بس اور اختیار میں نہیں ہے، اگر یہ شرک تھا تو چاہیے تھا کہ حضور ﷺ اس سوال سے روک دیتے کیوں کہ آپ کی بعثت ہی شرک کے قلع قمع کے لیے

ہوئی تھی لیکن آپ ﷺ نے فرمایا اَوْغَیْرَ ذٰلِکَ اس کے علاوہ بھی کچھ مانگنا ہو تو مانگو۔ حضور علیہ السلام بار بار مانگنے اور اپنی ذات سے حاجت روائی کی ترغیب دے رہے ہیں۔ ﴿توضیع البیان . ص 77﴾

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اذن الٰہی سے جو چاہیں، جسے چاہیں عطا فرمادیں خواہ یہ عطا امور عادیہ سے ہو یا غیر عادیہ سے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت کے نظریات صحابہ اور محدثین کے عقائد کی روشنی ہے۔ اسی بناء پر سیدی اعلیٰ حضرت سے ہمیں عشق ہے۔ اے عظیم مظلوم محدث و مفسر حاسدین نے کذب بیانی سے تیرے بلند کردار کو داغدار کرنا چاہا لیکن جب حقیقت آشکار ہوئی تو ذی شعور یہ کہے بغیر نہ رک سکا کہ

خدمتِ قرآن پاک کی، وہ لاجواب بھی ◆ راضی رضا سے صاحبِ قرآن ہے آج بھی۔

دلیل نمبر 2 :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی پاک ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے پاس اس حالت میں آئے ہیں کہ ہمارے پاس نہ کوئی اونٹ باقی رہا ہے جو بلبلا رہا ہو اور نہ ہی کوئی سانس لینے والا بچہ موجود ہے۔ اس طرح عرض گزار ہونے کے بعد چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

وَلَيْسَ لَنَا اِلَّا اِلَيْکَ فِرَارُنَا
وَاَيْنَ فِرَارُ النَّاسِ اِلَّا اِلَى الرُّسُلِ

ترجمہ: ''ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دوڑ کر آپ کی بارگاہ میں آجائیں اور لوگ رسولوں کے علاوہ کس کے پاس جائیں یعنی آپ کے سوا ہمارا کوئی ملجا و ماوا نہیں'' ﴿مفاہم . 176﴾

خط کشیدہ الفاظ سے یہ مفہوم واضح کہ سرکارِ مدینہ ﷺ سے گویا اس طرح عرض گزار ہیں

سب کا کوئی نہ کوئی دنیا میں آسرا ہے
میرا بجز تمہارے کوئی نہیں سہارا

سرکار ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے سوال نہ کرو بلکہ حدیث پاک میں ہے:

فَقَامَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتّٰى صَعِدَ الْمِنبَرَ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَقَالَ:
اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْئًا مُّرِيْعًا غَدَقًا طَبَقًا نَافِعًا
غَيْرَ ضَآرٍّ عَاجِلاً غَيْرَ رَآئِثٍ تَمْلَأُ بِهِ الضَّرعُ وَتُنْبِتُ
بِهِ الزَّرْعُ وَتَحْيٰى بِهِ الْاَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا

ترجمہ: ''حضور ﷺ اپنی چادر مبارک سنبھالتے ہوئے اٹھے اور منبر پر تشریف لا کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ! ہم پر ایسی بارش فرما جو فریاد رسی کرنے والی ہو، خوشگوار اور سبزہ کرنے والی ہو۔ نفع پہنچانے والی ہو نہ کہ نقصان پہنچانے والی۔ جلدی برسنے والی نہ کہ تاخیر سے برسنے والی۔ جس سے جانوروں کے تھن بھر جائیں اور کھیتی خوب ہو اور زمین اپنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جائے''

قَالَ فَمَا رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَدَيْهِ حَتّٰى اَلْقَتِ السَّمَاءُ بِاَرْدَافِهَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کیے تھے کہ آسمان اپنی اطراف کے ساتھ برسا۔ ﴿دلائل النبوہ للبیہقی 141/6﴾

سبحان اللہ عزوجل ! اس حدیث پاک پر غور فرمائیں صحابی رسول ﷺ نے براہ راست حضور ﷺ سے مدد طلب کی اور حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرما دی۔ اس عمل سے یہ بات انتہائی واضح ہے کہ انبیاء و صالحین سے براہ راست مدد طلب کرنے یا سوال کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں کیوں کہ مومن اس بات کو جانتا ہے کہ بعطائے پروردگار انبیاء و صالحین بے کس و بے بس کا سہارا ہیں۔ حدیث قدسی کی شان اس طرح بیان کر رہی ہے کہ وَلَئِنْ سَئَلَنِیْ لَاُعْطِيَنَّهٗ ﴿بخاری شریف﴾ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور بالضرور دوں گا۔

دلیل نمبر 3 :

قرآن پاک میں ارشاد ہے، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَى اللّٰهِ ﴿سورۃ آل عمران، آیت 52﴾

ترجمہ: ''کون میرا مددگار ہے اللہ تعالیٰ کی طرف''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بخوبی جانتے ہیں کہ مجھے مدد صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہیے اور اسی سے سوال کرنا چاہیے لیکن اس کے باوجود حواریوں سے سوال کر رہے ہیں معلوم ہوا ہر قسم کا سوال برا نہیں۔۔۔۔۔۔۔ سوال وہی برا ہے جس کا بیان پہلے گزر گا۔ (یعنی اپنی ذات کی خاطر طمع اور لالچ کے پیشِ نظر سوال کرنا)

دلیل نمبر 4 :

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص نے مدد طلب کی آپ علیہ السلام نے مدد کرنے سے منع نہ فرمایا بلکہ اُس کی مدد فرمائی۔ سورۃ القصص آیت 15 میں ارشاد ہوتا ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ
فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ج
فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ
﴿سورۃ القصص آیت ۱۵﴾

ترجمہ: ''اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے اور اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا دوسرا اس کے دشمنوں سے، تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس موسیٰ سے مدد مانگی اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں سے تھا''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد مانگنے والے شخص کے سوال کو پورا کر دیا اور اس کی مدد فرمائی اگر مطلقاً سوال کرنے کی ممانعت ہوتی تو آپ علیہ السلام اُس شخص کی التجاء کو رد فرما دیتے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر اس مفہوم کو کون بہتر جان سکتا ہے کہ سوال تو صرف اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہئے۔

صالحین سے سوال دلیل نمبر 5:

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ عَنِ النَّبِیِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَضَلَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا اَوْ اَرَادَعَوْنًا وَهُوَ بِاَرْضٍ لَّيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ ﴿رواہ طبرانی﴾

ترجمہ: ''حضرت عتبہ بن غزوان سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کی چیز گم ہو جائے یا وہ مدد حاصل کرنا چاہتا ہو اور ایسی جگہ میں ہو جہاں کوئی اس کا مونس و غمخوار نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کہے: یَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِیْ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ پس بے شک، اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نظر نہیں آتے (وہ سوال پورا کرتے ہیں) یہ مجرب یعنی آزمودہ ہے''

امام شمس الدین محمد بن جزر علیہ الرحمۃ اپنی کتاب **الحصن الحصین** ص22 پر یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّتُهٗ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْا يَا عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ اللهُ ﴿مسند ابی عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ﴾

وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِیْ يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِیْ يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِیْ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ ﴿المعجم الکبیر، طبرانی﴾

ترجمہ: ''جب کسی کی سواری گم ہو جائے تو چاہیے کہ وہ یوں پکارے اَعِيْنُوْنِیْ يَا عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ اللهُ (اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے) ﴿مسند ابی عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ﴾ اور کوئی شخص مدد کا طلب گار ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو (تین بار) اور یہ عمل مجرب (آزمودہ) ہے۔ ﴿معجم کبیر، طبرانی﴾

نوٹ: اسی مفہوم کی مزید حدیثیں کتب احادیث میں مذکور ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لیے ذکر نہیں کی جارہی ہیں۔

یاد رہے کہ **حصن حصین** دعاؤں کا وہ مجموعہ ہے جو علامہ محمد بن محمد **جزری** علیہ الرحمۃ نے احادیث صحیحہ سے منتخب کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

وَاَخْرَجْتُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ

ترجمہ: ''اور میں نے اسے احادیث صحیحہ سے منتخب کیا''

حضرت علامہ مولانا **عبدالحکیم شرف** قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فَلْيَتَدَبَّرْ مَنْ يَّقُوْلُ: اِنَّ الْاِسْتِغَانَةَ بِعِبَادِ اللهِ تَعَالٰى شِرْكٌ، هَلْ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى طَرِيْقٍ هُوَ شِرْكٌ؟ مَعَاذَ اللهِ! اَنْ يَّقُوْلَ بِهٖ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ ﴿من عقائد اهل السنته. ص198﴾

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے (یعنی سوال کرنے) کو شرک قرار دیتے ہیں ان کے مذہب کے مطابق لازم آئے گا کہ معاذ اللہ! حضور اکرم ﷺ نے شرک کی تعلیم دی ہو اور ائمہ دین شرک کی تعلیم دیتے رہے ہوں۔''

ایسا ہرگز نہیں! اگر سوال کرنا اور مدد مانگنا درست نہ ہوتا تو حضور ﷺ کبھی اُمت کو تعلیم ارشاد نہ فرماتے اور سوال کرنے کی ترغیب نہ دیتے۔

عاجزانہ درخواست:

قرآن پاک میں ارشاد ہے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴿فاطر آیت: 6﴾

ترجمہ کنز الایمان: ''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو''